یادگار سلف

حصہ اوّل

مؤلفہ سید برکات احمد صاحب لکھنوی

سنہ ۱۸۹۲ء

دلگداز پریس میں چھپکر لکھنؤ سے شایع ہوا

شیخ الرئیس ابو علی سینا

تمہید۔ بزرگان سلف کے حالات معلوم کرنیسے کیا فائدہ ہوتا ہے

ہمارے بعض بزرگوار جو اپنے زعم مین تجربہ روزگار ہین فن تاریخ کو ایک حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین اور بزرگان سلف کے حالات کی وقعت اک قصہ سے زیادہ نہین کرتے چہ جائیکہ اوسکا اشتغال اور درس وتعلیم بزرگان سلف کی سوانح عمریان اونکے نزدیک بیکارون کا مشغلہ ہے حالانکہ جن لوگون کا دماغ صحیح ہے اور خیالات روشن ہین اور عقل سلیم ہے تو وہ جانتے ہین کہ انسان کو تاریخ پر غور کرنے سے اک ازلی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے نہین کہ اوسکی حقیقی عمر مان لیجاوے بلکہ جب یہ بات ثابت ہے کہ وہ لوگ جو کہ زمانہ قدیم مین گذرے یا جنہون نے گذشتہ سوانحات اپنے نظر سے دیکھے یا جو لوگ اوس عصر مین موجود تھے صرف اسی قدر اونکی معلومات ہوسکتی ہین کہ اونہون نے دیکھے یا سنے۔ اس لحاظ سے کہ ہم اون واقعات کو دیکھ رہے ہین اور اون حوادثات پر علم حاصل کر رہے ہین اوس مجمع مین گویا بیٹھے ہین جن بزرگوارون کا تذکرہ ہم پڑھتے ہین اس اعتبار سے ہم ایک ممبر ہین اوس جلسہ کے۔ پس فرض کرو کہ ایک دو ہزار برس کی عمر کا آدمی آج زندہ ہو تو جو واقعات اور معلومات اوس عرصہ مین گذرین گے جسکو وہ دیکھیگا یا جانیگا اوس سے زیادہ ایک مؤرخ جان سکتا ہے ما حصل عمر انسان سے صرف چند واقعات ہین جو اوس کی معلومات مین رہتے ہین عیش ونشاط اور رنج وغم کے احساس تو آنی فانی ہوتے ہین صرف اوس کا علم باقی رہتا ہے جس کو تجربہ اور واقفکاری یا معلومات کہا جاتا ہے پس وہی اک مؤرخ کے لیے حاصل ہے اور اسی کا نام ازلی زندگی ہے اور خصوصاً والیان ملک اور سلاطین عظام کے لیے ایک [illegible]

ناعاقبت اندیش افعال او خصائل ذمیمہ کے، مفاسد جن سے عام ناراضی اور عام
فساد پیدا ہو جاتا ہے یا اون اعمالون کے جو کچھ نتائج وہ بھگتتے ہین اور جن قبیح افعال
کی وہ سزا پاتے ہین یا جن بدترین افعال کے سبب سے عامہ خلائق اونکو بدترین
کلمات سے یاد کرتی ہے۔ وہ تذکرے ایک عبرت کے نمونے ہین جس سے انسان
بہت کچھ طبیعت کی اصلاح حاصل کرسکتا ہے۔ یا جن بزرگوارون کے عمدہ خصائل
اور نیک طینتی سے لوگ تحسین و آفرین کرتے ہین یا اہم امورات مین جو دانشمندانہ
کارروایان ہوتی ہین یا جس استقلال اور اطمینان سے عقلمند لوگ اہم امورات
مین کام کیا کرتے ہین وہ اس عبرت نگارخانہ مین مشاہدہ کرینگے اور اپنے مصالح
اور امور مین اونکو اک معیار ملیگا جسپر وہ عملدرآمد کرسکین گے اونکے واسطے
یہ اک نصیحت ہوگی کہ بدبخت اور بداعمال لوگون کی بدبختی کی یادگار رہین ہمیشہ نفرین
اور ملامت کی مستحق ہوتی ہین اور نکوکارون کے کارنامے ہمیشہ تحسین اور آفرین کے
قابل ہوا کرتے ہین۔ ان کا ذکر جمیل ہمیشہ وقعت کے ساتھ ہوا کرتا ہے علاوہ
اسکے تاریخ دانی اور بزرگان سلف کے حالات جاننا گویا گھر بیٹھے ایک تجربہ کا
آئینہ ہے جو انجام بینی سکھاتا ہے اور عقل مین صفائی اور روشن دماغی پیدا
کرتا ہے جس سے انسان ہر ایک فعل کے عواقب امور پر نظر ڈالتا ہے اور
نہایت دور اندیشی اور استقلال کے ساتھ اپنے کامون کو انجام دیتا ہے اپنے
ہمجنسون مین اس سبب سے ممتاز ہوتا ہے کہ ہر صحبت مین اوسکے تاریخی اذکار
سے اوس جلسے کے لوگ نہایت وقعت کی نظر سے دیکھتے ہین اور اوسکے عجیب و
غریب تذکرون سے خوش ہوتے ہین ہر ایک تذکرے کو نہایت رغبت سے سنتے ہین
اور یہی وسیلہ ہوتا ہے اوسکے اعزاز اور امتیاز اور شہرت کا۔ دینی فوائد یہ ہین کہ
کہ زمانہ کی ناپائیداری اوسپر بخوبی روشن ہو جاتی ہے اور دُنیا کی بے ثباتی سے
متنفر ہو کر زہد و ورع اختیار کرتا ہے کیونکہ اوسکو یقین ہو جاتا ہے کہ آخر انجام
موت ہی کا سامنا ہوتا ہے اور کوئی عقل اور دانائی علم و ہنر دولت و ثروت
کام نہین آتی ایک دن ان سب ساز و سامان کو چھوڑنا ہے اور سب سے مُنہ
موڑتا ہے۔ آفتون اور مصیبتون مین انسان کو صبر آجاتا ہے جب وہ جانتا ہے کہ

دُنیا مین کوئی ایسا شخص نہین گذرا جسپر آفتین اور مصیبتین نہ آئی ہون اور جو کسی نہ کسی بلا مین گرفتار نہ ہوا ہو وہ ان سب اُمور پر خیال کرکے صبر کرتا ہے اور وہی تدبیرین کرتا ہے جو گذشتہ بزرگوارون نے کی ہین اور نہایت خطرناک موقعون پر صبر و استقلال سے کام لیتا ہے اور اون مصیبتون کو کاٹتا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی ایک بے غم زندگی ہو جاتی ہے اور وہ ایک بے پروا شخص ہو جاتا ہے اور یہی سبب ہے جو کلام پاک مین قصص اور اخبار سے خداوند کریم نے اپنے بندون کو نصیحت کی تاکہ سمجھین کہ دنیا مین کوئی ولی اور نبی ایسا نہین گذرا جسپر کوئی مصیبت اور آفت نہ آئی ہو۔ پس ہم کو سکھایا گیا کہ صبر اور استقلال سے کام لین۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ شان تاریخ کیا ہے اور ایک شخص کو مؤرخ کی حیثیت سے انتخاب مین کن باتون کا لحاظ رکھنا چاہیے ہر واقع کو صداقت اور راستی کی حد سے گرنے نہ پاوے کوئی زبان کیون نہ ہو اور چاہے کسی زبان سے ترجمہ کیا جاے لیکن اصل منشا قابل کا نہ بدل جاے اور نہ ایسے تکلفات ہونا چاہیے جو اصل معنی کو متغیر کردین۔ مثلاً ہم کسی بہادر کی ایسی تعریف نہ کرین جو درحقیقت ویسا شجاع نہو یا اک حسین کی ایسی صفت نہ کرین جو واقعی ایسا مہ جبین نہ ہو یا اک علامہ کو حد سے نہ بڑھا دین جو در اصل اوس خوبی کا نہ تھا۔ جو کلام نہ وہ اپنی حد پر ہو وہ تاریخ جو رنگین عبارتون اور شستہ لفظون سے دلچسپ کیجاتی ہے اکثر اعتبار سے خالی سمجھی جاتی ہے۔ لہذا مین اپنے بزرگوارون سے نہایت ادب سے معافی چاہتا ہون کہ یہ تراجم اگرچہ اپنے اصلی واقعات کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزنی ہین لیکن زبان کے اعتبار سے نہایت سادی اور صاف نظر آئے گی ہر ایک لفظ جہان پر جیسے معنی پیدا کرتا ہے ویسی لفظ اُردو کی رکھی گئی ہے بیان کے لحاظ سے جیسی صورت واقعہ کی پیدا ہوئی وہی اثر پیدا کیا گیا ہے تاکہ صاف معلوم ہو کہ ہر ایک بزرگ اوس وقت کی پبلک کی نظرون مین کیسے تھے۔ تاریخی سُقم اگر پائے جائین تو اس خیال سے معاف کیا جاؤن کہ الانسان مرکبٌ من الخطا و النسیان۔

الملتمس

سید برکات احمد لکھنوی

الشیخ الرئیس شرف الملک بن عبداللہ بن حسن

بن علی ابن سینا

اس علامہ حکیم سے کون ایسا شخص ہے جو واقف نہین ہے۔ ہجرت کی چوتھی صدی مین اس حکیم نے اپنے علم و حکمت کے جھنڈے ایسے گاڑ دیے ہین جسکے فضل اور مراتب کا انحصار کرنا بہت مشکل ہے۔ طائر خیال بلند پرواز اوسکے مراتب علم اور شان کمال کی بلندی کو نہین پا سکتا ہے یہ اسلام مین پہلا حکیم ہے جس نے طالبان علم کے واسطے صلاے عام دی اور اپنے فیضان سے دنیا والون کو سیراب کر دیا حکمت اور طبابت کے مختلف علمی معلومات اور نہایت باریک مسائل کو دنیا والون کے سامنے پیش کر دیا اسکے فیض عام سے آجتک یونانی حکمت کا چراغ روشن ہے۔ در اصل یونانی اطبا کے اوپر شیخ کا بہت بڑا احسان ہے لیکن بہت کم ایسے بزرگ ہین جنکو انکی زندگانی کے حالات معلوم ہین اگرچہ مشہور آدمیون کے کچھ نہ کچھ تذکرے بھی مشہور ہو جاتے ہین تاہم ایسے علامہ اور فرید عصر کے جہان تک جزسے حالات معلوم ہون وہ اسی قدر زیادہ مفید ہین جس سے تحصیل کمال کا شوق تو ہوتا ہی ہے مگر اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اہل کمال کی ترقی کے اسباب کیونکر مہیا ہو جاتے ہین اور انسانی کمال جو اوس کا اصلی شرف ہے وہ کن طریقون سے حاصل ہو سکتا ہے۔

غرضکہ شیخ کے پدر بزرگوار کا اسم گرامی عبداللہ ہے اور بلخ کی سرزمین مین یہ

بزرگوار اعیان دولت اور رؤساے شہر مین گنے جاتے تھے۔ منصور بن عبد الملک کے عہد دولت مہد مین بخارا مین آئے کیونکہ سلاطین سامانیون کا اوس زمانہ مین بخارا دار السلطنت تھا۔

یہان مناصب دیوانی انکے تفویض ہوئے۔ اپنی کارروائی وکفایت شعاری اور دیانت سے وزراے سلطان کے نزدیک مقرب اور قابل اعتبار ہوگئے عامہ خلائق اور جمہور انام کے یہ مرجع ہوگئے۔ ایک زمانہ تک انہین مشاغل مین بخارا مین اپنی زندگی گذرانی اسکے بعد بصواب دید وزراے سلطانی ترقی پاکر خرمثین مین آئے (یہ ایک قریہ ہے بخارا کا) اسکے قریب ایک اور گاؤن افشنہ ہے متصل سامان کے۔ یہان پر ایک حسین وجمیل عورت جسکا پیارا نام ستارہ تھا اوسکے ساتھہ نکاح کیا تھوڑا زمانہ بھی انکے اس معاملہ کو نگذرا ہوگا کہ اوس سے ایک نیک نہاد فرزند پیدا ہوا۔

بقول مشہور تو اس فرزند کی ولادت باسعادت ۳ ماہ صفر المظفر ۳۷۳ھ ہجری ہے لیکن اصح یہ ہے کہ ۳ صفر ۳۶۳ھ ہے قریہ خرمثین مین یہ مولود مسعود پیدا ہوا۔ اسکے زائچہ نویسون نے اسکے طالع سے پہچان لیا کہ دُنیا مین یہ ایک نامور اور باکمال حکیم ہونے والا ہے اور نہایت مبارکباد کے ساتھہ اسکا زائچہ لکھکر پیش کش کیا۔ اس ہونہار نونہال کا نام حسین رکھا گیا۔

آخر کار جب پانچوین برس مین اس فرید عصر نے قدم رکھا اوہر عبد اللہ کو بھی اپنے اعمال سے فراغت حاصل ہوئی اور کار مرجوعہ کو نہایت حسن وخوبی سے انجام کرکے بخارا مین معاودت کی۔ یہان آکر ان کو شیخ کی تعلیم کی فکر ہوئی۔ اور ایک عقلمند معلم کے سپرد کیا تاکہ قرآن شریف اور مسائل ضروریہ کی ابتدائی کتابین انکو پڑھاوے۔ اسکے بعد کچھہ ادب اور نحو صرف کی کتابین شروع کرائی گئین۔ یہان خداداد طبیعت پائی تھی جودت۔ ذہن اور ذکاوت طبع سے پانچ ہی برس مین یہ سب مرحلہ طے ہوگیا۔ اور اس قدر جلد اوس نے کمال حاصل کرلیا کہ اس سے جلد تکمیل پاجانا ممکن ہی نہین تھا۔ محمود مساح اوس زمانہ مین ایک فاضل اور علامۂ عصر تھے۔ خصوصاً ریاضی مین اپنا سہیم اور عدیل نہین رکھتے تھے اور بقالی کے ذریعہ سے اونکی معاش چلتی تھی شیخ کو اونکے پاس لیجاکر بٹھایا اور اونسے جبر ومقابلہ اور حساب سیکھا یہان تک کہ شیخ اپنی

جودت طبع سے اوستاد کے پلہ سے بہی آپ کا پلہ بہاری ہوگیا اور اوسمین ایک اعلی درجہ کی واقفیت حاصل کرلی۔

اسماعیل زاہد کہ فضلاے عصر مین آپکا درجہ علم فقہ مین بلند تھا۔ شیخ تعلیم علم فقہ کے لیے انکے تلمیذون مین داخل ہوئے اور نہایت استعداد کے ساتہہ مسائل فقہیہ کی تنقیح اور توضیح کی چند روز مین اوس مین بہی ایک اعلی درجہ کی قابلیت حاصل کرلی۔

عبدالصمد ناتلی فن الساغوجی[۱] مین اوس زمانہ مین بہت مشہور تہے اور منطق[۲] مین انتہا کا کمال حاصل تہا اور جس تبحر سے علوم منطقیہ مین واقفیت تھی اوس مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے۔ شیخ کے پدر بزرگوار نے اس فرید عصر کی خدمت مین پہونچایا اور نہایت سخاوت اور جود سے اونکے ساتہہ سلوک ہوئے۔ اور اون سے درخواست کی کہ اپنے کمال علم کے خزانہ سے انکو بہی فیضیاب فرمائیے اور اس دولت لازوال کے عطا مین کچہہ مضائقہ اور تردد نفرمائیے۔ اس حکیم فرزانہ نے انکی تعلیم اور تربیت مین کوشش بلیغ فرمائی اور کتاب الیساغوجی[۳] شروع کرائی۔ جس وقت انہون نے جنس کی تعریف سے کتاب شروع کی۔ الجنس ہو المقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق فی جواب ما ہو۔ یعنے جنس اوسے کہتے ہین جسکا اطلاق ہو کثیرین مختلفۃ الحقیقت پر۔ ما ہو کے جواب مین۔

جب اوستاد اسکی تشریح اور توضیح مطالب کرکے خاموش ہوا تو شیخ نے اوس تقریر اور تعریف پر اعتراض کرنا شروع کیے آخرکار کوئی جواب اوستاد سے نہ بن پڑا۔ اور خود شیخ نے جرأت کی کہ اپنے اعتراضون کے جواب دے اور اوس جواب کی تقریر اوستاد کے سامنے کی اور نہایت تحقیق سے جب کل اعتراضون کا شافی جواب دے چکا اوستاد اسکے اس حسن بیان اور جودت طبع سے نہایت محظوظ ہوا اور اوسکو نہایت تعجب ہوا کہ

---

* [۱] الیساغوجی یونانی لفظ ہے یا سُریانی ہے کلیات خمس کا نام ہے اور کلیات خمس جنس[۱] اور نوع[۲] اور فصل[۳] اور خاصہ[۴] اور عرض عام کو کہتے ہین۔ مولف

[۲] منطق اوس علم کا نام ہے جو باقاعدہ طور پر انسان کے ذہن کو فکرون کی خطاؤن سے بچاوے۔ مؤلف

[۳] الیساغوجی منطق مین ایک کتاب ہے جو علامہ شیخ اثیرالدین ابہری کی تصنیف سے ہے۔

ایسا مبتدی طالب علم کس حذاقت سے جواب دے رہا ہے اوسنے شیخ کی بہت تعریف کی اور نہایت شاباشی دی۔

شیخ کے باپ کو بُلاکر کہا کہ لڑکا نہایت ہونہار ہے اوسکی خداداد طبیعت کے لیے تعلیم اور تربیت نہایت اصول سے چاہیے اور اوس روز کا تذکرہ بیان کیا اور اسکی وہ تقریر جو جنس کے متعلق اعتراض اور جواب میں تہی شیخ کے باپ کے سامنے ادا کی الحاصل ابوعلی نے نہایت محنت اور کوشش سے اپنے اوستاد سے مسائل منطقیہ کی تحصیل کی۔ اور اس فن مین ایسا اعلی درجہ کا کمال حاصل کیا کہ علم منطق مین کسیکی مجال نہ تہی کہ اسکے سامنے زبان کہول سکتا۔

اب کتاب اقلیدس شروع کی چند شکلین اوستاد سے پڑہین اور باقیماندہ خود اپنے مطالعہ مین نکالتا اور کہین کہین کوئی شبہہ رفع کرلیتا۔ یا کچہ نکات اور غوامض اوستاد سے پوچہ لیتا اور جو کچہ مطالعہ مین نکالتا اوسکی تقریر اوستاد کے سامنے کردیتا شیخ کی اس ذکاوت طبع اور ذہانت سے اسکے اوستاد کو نہایت حیرت ہوتی بالآخر متوسطات درسیات سے فراغت کرکے کچہ مجسطی کے مقامات پڑہے۔ اور اشکال ہندسہ کو ضبط کیا۔ جب ابوعبداللہ زور ستمند طبع کی باگین نہ روک سکا تو کہا کہ تم خود اس کتاب کو مطالعہ کرو۔ تمہارے واسطے کچہ پڑہانے کی ضرورت نہین ہے اگر کہین کہین کوئی شبہہ واقع ہو تو دریافت کرلینا۔ اوس وقت سے شیخ نے ویسا ہی کیا کتاب مجسطی کا خود مطالعہ کرنا شروع کیا۔ غرض اس علم کو بہی شیخ نے نہایت تحقیق اور محنت کے ساتہہ ایسا حل کیا کہ کسی اوستاد کو ایسے نکات اور باریکیان نہ سوجہی ہونگی اور اوسی زمانہ مین مجسطی کے مشکلات کے حل وعقد مین ایک رسالہ تحریر کیا۔

اسی اثنا مین ابوعبداللہ کو گرگانج کا سفر درپیش ہوا اور اسنے ایسے باکمال شاگرد سے جُدا ہونا پڑا جسکے اوپر خود عبداللہ کو فخر تہا۔

اب شیخ نے بغیر اوستاد کے کتابین دیکہنا شروع کین اور نہایت سخت محنتین کرنے لگا یہ کتب بینی مین ایسا مشغول ہوا کہ اوسکو رنج وراحت دن رات کے مشاغل علمیہ مین کچہ معلوم نہین ہوتی تہی۔ اب یہ جو کتاب علوم حکمیہ مین دیکہتا اوسکے مطالب کو حل کرتا یہان تک کہ مختلف تصانیف اپنے کتب خانہ مین جمع کین۔ جب علوم حکمیہ اور الاہیات

کمال حاصل کرلیا تو اوسکے نادر مسائل اور غوامض کو دیکہتا اور لکہتا یہان تک کہ علم طب کی طرف اسکی طبیعت متوجہ ہوئی اور ابو منصور حسن بن نوح القمری سے صنائع علم طبیہ حاصل کیے اور اون کی خدمت مین چند روز رہا اور نہایت قلیل مدت مین اچہی خاصی مہارت پیدا کرلی۔ اور ایسے ایسے نکات اور باریکیان اس خاص فن مین پیدا کین کہ بڑے بڑے علامہ اوستاد اوسکے سیکہنے کی آرزو کرتے تہے۔ بالآخر اس فن مین اوس نے نہایت تبحر کے ساتہہ وہ آبدار موتی جس سے علم طب کے معلومات کی شعاعین نکلتی تہین کیا علوم نظریہ اور کیا عملیہ سب کو تالیف اور تصنیف کے سلسلہ مین پرودیا۔ اب شیخ کا شہرہ اس علم مین ہونے لگا اور علماً اور عملاً یہ مسلم الثبوت اوستاد مان لیے گئے۔ اوس زمانہ مین بڑے بڑے استاد اسکی شاگردی کو فخر جانتے اور تعلیم کیلیے حاضر ہوتے اور شیخ کے فیضان سے مستفیض ہوکر حظ وافی اوٹہاتے۔ اب معالجہ کی جانب بہی شیخ نے توجہ کی اور ہر روز ایک مجمع مریضون کا اس کے پاس جمع رہتا اور سخت سی سخت بیماریون کا ایسا نادر علاج کرتا کہ مریض چند مدت مین شفا پا جاتا۔

باوجود ان مشاغل طبیہ اور معالجات کے فقہ اور مناظرہ کا بہی چرچہ رہتا تہا اور ان علوم سے اسکو غفلت نہ تہی۔ ارباب سیر لکہتے ہین کہ جب شیخ نے ان علوم سے فراغت پائی اوسوقت اسکی عمر بیس برس سے کم تہی لہذا تکمیل فہم علوم کے لیے علوم منطقیہ اور دیگر علوم بہی دیکہنا شروع کیے اور ایک سال کی مشقت شاقہ سے تمام علوم پہر از سرنو دیکہہ ڈالے اور ایسی محویت کے ساتہہ مشغول رہتا تہا کہ سواے بقدر ضرورت کہا لیتا یا کچہہ آرام کرتا ورنہ شب و روز سواے کتب بینی کے اور کوئی کام نہ تہا۔ جب کبہی نیند کا غلبہ ہوتا تو کچہہ اشربہ مقوی پی لیتا۔ جب کبہی کسی مسئلہ مین مشکلات زیادہ پیش آتے تو نہایت طہارت کے ساتہہ جامع مسجد مین جاتا اور نہایت خلوص نیت سے استغاثہ کرتا جس مسئلہ مین اسکو شک ہوتا وہ حل ہوجاتا اور معانی مکنون اور مشکلات لاینحل حل ہوجاتے۔ اور ہمیشہ تحریر کتب اور مطالب کی توضیح مین تقریر کرتا یہان تک کہ اون علوم کو حل کرتا۔ ان سب مراحل کے بعد علم ما بعد الطبیعت کی طرف توجہ کی جسکو ماقبل الطبیعۃ اور علم اعلے اور فلسفہ اولی بہی کہتے ہین اور چونکہ اس علم مین [illegible]

خارجی اور ذہنی محتاج مادہ کا نہین ہے مثل ذات باری اور مجردات کے شیخ الرئیس بسبب اپنی
زیادتی جودت طبع اور تیزی ذہن کے ایک مدت تک ان مسایل کے اصلی مطالب اوسکے فہم
مین نہین آئے یہان تک کہ وہ اس علم کی فہم سے مایوس ہوگیا - اور خیال سے ان علوم کی طرف
توجہ کم کی ایک روز شیخ کا گذر بخارا کی بازار مین ہوا ایک کتاب فروش شیخ کو دیکھ کے آیا اور ایک
کتاب شیخ کے سامنے پیش کش کی جب اوس کتاب کو شیخ نے کھول کر دیکھا دو چار سطر مین
پڑھ کر معلوم ہوا علم مابعد الطبیعہ مین یہ کتاب ہے لیکن شیخ کی طبیعت تو اس علم سے ہٹ چکی
تھی اس کتاب کی خریداری مین تامل کیا کتاب فروش نے کہا کہ مالک اس کتاب کا نہایت ہی
تنگ دست ہے اور کتاب کی قیمت نہایت ارزان ہے اگر آپ اس کتاب کی قیمت تین درہم عنایت
فرمائیں گے تو مالک کتاب کے اوپر بہت بڑا احسان ہوگا اور درحقیقت اس کتاب کے مالک
کی حالت بھی قابل رحم ہے - شیخ الرئیس نے محض اوسکی مروت اور رعایت اور مالک کتاب
کے اوپر ترس کھا کر اس کتاب کو چند درہم دیکر خرید لیا - اب گھر مین لا کر دیکھا تو معلوم ہوا یہ نہایت نادر
وہ کتاب معلم ثانی ابونصر فارابی کی تصنیفات سے ہے اور علم مابعد الطبیعہ کے حل مسایل اور تشریح
مین لکھی گئی ہے - بکمال نومیدی اس کتاب کو شیخ نے دیکھنا شروع کیا - اب جو اس کتاب کو
دیکھنا شروع کیا تو جو مسایل کہ نہایت ادق تھے اور اون مسایل کا سمجھنا اس پر دشوار تھا
لیکن خدا کے فضل سے اوسکے بخوبی فہم مین آنے لگے اور جو نکات کہ نہایت ادق سمجھتے وہ اسکے
واسطے نہایت آسان ہوگئے - اس امر کی اس کو ایسی خوشی ہوئی کہ اس شکر اور اظہار مسرت کے
صلہ مین اپنی جیب سے چند درہم واسطے تقسیم مساکین اور یتیمون کے نکالے اور غریبون کو
تقسیم کر دیے - اہل سیر لکھتے ہین کہ اوس زمانہ مین امیر نوح بن منصور سامانی کو نہایت شدید مرض
لاحق ہوا - اوس بلدہ کے اطبا اوس کے علاج سے معذور ہوگئے اور امیر نوح اپنی بیماری سے
ناامید سی ہوگئے - اب روز بروز اوسکا رنج بڑھتا گیا اور چونکہ شیخ الرئیس اوس وقت علم اور
عمل دونون مین نہایت خاص طور پر مشہور تھے اور انکا کمال اپنے رتبہ کی وقعت کے ساتھ
مشہور ہو چکا تھا اسکے فضایل اور کمال کا ذکر اوس امیر کے دربار مین بھی ہوا -
آپ کی حاضری کی نسبت حکم ہوا اور شیخ الرئیس تشریف لائے اور سرہانے مریض کے
بیٹھ کر تشخیص مرض کی نسبت متوجہ ہوئے - اسباب سابقہ اور علامات لاحقہ کو تشخیص
کیا اور اصلاح مزاج کے لیے نسخہ تجویز کر کے دوا شروع کیا ایک ہی دو نسخون مین

طبیعت سنبھلنے لگی اور چند روز مین امیر نوح کو صحت ہوگئی شیخ کے اس اعجاز مسیحائی سے سلطان کو تعجب ہوا اور اوسکے علاج سے بے انتہا خوشنود ہوکر جب یا لائق شان سلطنت تہا نہایت سیر چشمی کے ساتھہ انعام و اکرام و نذر پیش کش کی۔ اور اسکے صلہ مین مالا مال کر دیا۔ اور ایک معینہ کے طور پر شیخ کا وظیفہ مقرر کر دیا تاکہ ہمیشہ آستان دولت ابد مدت سلطانی پر حاضر رہتے ابو علی ہمیشہ بارگاہ سلطانی مین حاضر رہتا تہوڑے زمانہ مین شیخ کا مرتبہ اور شان تمام اعیان دولت اور ارکان سلطنت سے بڑہ گیا۔ اوسی زمانہ مین شیخ نے یہ درخواست کی کہ سلطانی کتب خانہ کے ملاحظہ کی اجازت مل جاسے تاکہ چند سے کتب خانہ سلطانی کی سیر کرسے ابو علی اوس کتب خانہ مین آیا چند کتابین ایسی نظر سے گذرین جنکے دیکھنے سے اسکی آنکھین خیرہ ہوگئین یہ علمی جواہرات اور لآلی آبدار کا خزانہ ایسا دلچسپ معلوم ہوا کہ ہر لحظہ ان آبدار جواہرات و علمی خزانون سے نکال کر اپنے دامان خاطر کو پر کرتا جو کتابین کہ متعدد تہین اون مین کا ایک نسخہ اپنے لیے لیتا اور جن کتابون کی ایک ہی جلد تہی اوسکی نقل کرکے اپنے واسطے رکہتا۔ جب خدا کے فضل اور احسان سے یہ خزانہ بیبہا مل گیا۔ اوسکی علمی معلومات مین روز افزون ترقی ہوتی گئی۔ اور علوم فلسفیہ اور شرعیہ اور ادبیہ کے تمام مسائل اور نکات کا اخذ کرکے متقدمین اور متاخرین کے تصنیفات سے مقابلہ کیا۔ اون کتابون کی تالیف اور تصنیف مین خود بہی مشغول ہوا۔ اتفاقاً اس درمیان مین اوس کتب خانہ مین ایک رات کو آگ لگ گئی اور بہت قیمتی اور نہایت نفیس نفیس کتابین بالکل جلکر خاک سیاہ ہوگئین۔ بعض حاسدون اور بد طینت لوگون نے جو کہ شیخ سے دشمنی رکہتے تہے یہ بات مشہور کر دی کہ شیخ نے اس کتب خانہ مین خود آگ لگا دی تاکہ متقدمین کی عمدہ کتابین جو کہ نایاب ہین اور جنکا اب نظیر نہین ہے وہ دنیا سے ناپید ہو جائین اور اون کتابون کے مضامین اور نکات خود شیخ اپنی طرف منسوب کرے یا اوس علم مین کچھ کتاب تصنیف کرکے اپنے نام سے مشہور کرے۔ یہ باتین رفتہ رفتہ سلطان کے کان تک پہونچین۔ امیر نوح نے ان مزخرفات سے نہایت خشمناک ہوکر اونکی بات کو نہ سنا اور شیخ کا مرتبہ جیسا تہا اوس سے کچھ زیادہ ہی کر دیا تاکہ اہل حسد کے زخم کینہ پر اوسے نمک بر جراحت ہو۔

مورخین لکہتے ہین کہ اوسی زمانہ مین ابو الحسن عروضی نے شیخ سے درخواست کی

کہ علوم حکمیہ مین کوئی کتاب جامع اور نافع تصنیف فرمایئے جس سے عام نفع خلائق کا ہو۔ پس شیخ الرئیس نے حسب فرمایش کتاب مجموع کہ جس مین سواے ریاضی کے تمام علوم فلسفیہ درج ہین تالیف فرمائی۔

شیخ ابوبکر برقی اوس زمانہ مین کہ اہل خوارزم سے تہے اور علم فقہ اور تفسیر مین اپنے عہد مین بہت مشہور تھے اور زہد و تقوی مین اپنے زمانہ مین بہت نیک نام تہے۔ اونکو نہایت شوق تہا کہ علوم حکمیہ اور مسائل فلسفیہ مین اچہی طرح معلومات حاصل کرین۔ اس شوق نے اونکو آمادہ کیا کہ شیخ الرئیس سے اس امر کی درخواست کرین کہ ایک کتاب اس علم مین تصنیف فرمائین جسمین مطالب مشکلہ وضاحت کے ساتہہ درج ہون شیخ الرئیس نے اون کی درخواست کے بموجب بیس جلدون مین تالیف فرمائی اور اوسکا نام حاصل محصول رکہا۔ شیخ برقی نے اسکی بہی خواہش کی کہ علم اخلاق مین بہی ایسی ایک کتاب تصنیف کی جاوے۔ چنانچہ کتاب البر والاثم تالیف فرمائی۔

ابن خلکان شیخ کی سوانح عمری مین لکہتا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ شیخ کی عمر بائیس برس کی تہی۔

اس اثنا مین امیر نوح بن منصور نے انتقال کیا اور سامانیون کی حکومت کی کشتی فتنہ و فساد کے تہپیڑون سے پارہ پارہ ہوگئی اور حکومت بخارا ایک پرآشوب مقام ہوگیا۔ کچہہ دنون منصور بن امیر نوح نے اس طوفان کو روکا آخرکار غزنیون نے اوسپر غلبہ پایا اور انکی فتحمندی کا پہریرا بخارا مین بلند ہوگیا۔

اس عالم پرآشوبی مین شیخ کے والدین مرچکے تھے اور سامانیون کی بساط سلطنت الٹ چکی تہی اور شیخ الرئیس کے پاس ویسا سامان نہ تہا جیسی کہ شیخ کی طبیعت چاہتی تہی مجبوراً گرگانج کی طرف رخت سفر باندہا۔ اس زمانہ مین چونکہ وزیر خوارزم شاہ ابوالحسن سہیلی خود بہی فقیہ تہا اور فقیہون کو دوست بہی رکہتا تہا۔ شیخ کو اوسکی ملاقات کا شوق ہوا تہوڑے دنوں مین مسافت طے کرکے وہ مسل سفر رفع کرکے چادر کو تخت الجبنگ کیا۔ ابوالحسن کی مجلس مین حاضر ہوا وزیر نے جیسی اوسکی عزت تہی اور جو اوسکی شان فضل و کمال کی تہی بجا نہ لایا۔ شیخ نے جب دیکہا کہ آب مجمع چہپٹ گیا ہے اور اغیار بہی اوٹہہ گئے شیخ نے علوم فقہ مین اپنا مبلغ علم ظاہر کیا جب ابوالحسن نے اسکو بحر زخار اس علم مین پایا اور ایک امر دربار دیکہا اثناے کلام ہی مین

یہ اپنی جگہہ سے اوٹھہ کھڑا ہوا اور شیخ کو اپنی جگہ پر بٹھایا بعد اعزاز و اکرام کے شیخ کا نام
نشان دریافت کیا جب معلوم ہوا وہ کیسا شخص ہے اور اسکا مطلب کیا ہے اور سفر سے آیا ہے
جب فہیز گیا مون خوارزم شاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور شیخ کی ملاقات کا حال ذکر کیا خوارزم شاہ
چونکہ خود بھی قدردان اور علم دوست تہا شیخ کے آنے کی خبر سُنکر نہایت محظوظ ہوا اور
نہایت مسرت کے ساتھہ اپنی حضوری مین دوسرے روز طلب کیا دوسرے روز شیخ الرئیس
دربار سلطانی مین حاضر ہوا جیسی کہ شیخ کی شان تھی اوسی قدر شاہ خوارزم نے اوس کی
عزت اور توقیر کی اور اوسکو رہنے کو ایک مکان اسکی حسب لیاقت اور شان کے دیا اور
تنخواہ حسب حیثیت اور وقعت کے مقرر کردی۔ چونکہ اوس زمانہ مین خوارزم شاہ کے دربار
مین بڑے بڑے حکیم اور ادیب اور شاعر اور منجم اور ہر طرح کے اہل کمال کا مجمع تھا۔ شیخ کو
اپنی مصاحبت مین نہایت عزت کے ساتھہ جگہہ دی شیخ کو بہی ان کاملین کا مجمع مغتنم
معلوم ہوا ہمیشہ اوس مجمع مین یہ زینت محفل ہوتا اور آپسمین مناظرہ اور مکالمہ نہایت تہذیب
اور لطف کے ساتھہ ہوا کرتا تہا۔

مسائل حکمیہ اور مباحث علمیہ مین چندے ایک دلچسپی کے ساتھہ شیخ نے زمانہ گذرا کہ
جب سلطان محمود غزنوی نے اس ملک پر تسلط اور غلبہ پایا اور تمام اطراف و بلاد شہر پر
قبضہ کرلیا۔ خوارزم شاہ کو اوسکی اطاعت سے گریز نہ تہا۔ حاسدون اور چغلخورون نے
شیخ کی برائیان محمود شاہ کے کان مین بہردین تہین اور دشمنون نے کوشش کرکے
شیخ کے قتل کی طرف آمادہ کردیا تہا وہ کسی طرح پر اس امر پر کامیاب نہ ہوتا تہا۔
آخر الامر حسن بن میکال کو کہ اوسکے اعیان دولت کا ایک سربرآوردہ سردار تہا خوارزم شاہ
کے دربار مین بہیجا تاکہ اوسکو یہ پیغام پہونچائے کہ تمہاری صحبت مین بڑے بڑے
فاضل اور علمائے زمان حکیمون کا مجمع رہتا ہے جو اپنے علم و فضل مین نظیر نہین رکہتے
ہین تمہارے شہر مین متوطن ہین اور تمہارے دربار مین ان فاضلون کی صحبت سے
رونق رہتی ہے۔ لہذا منظور خاطر دریار مفاخر سلطانی یہ ہے کہ ان لوگون کی صحبت کا
مین بہی خواہشمند ہون لہذا ایماے سلطانی یہ ہے کہ یہ لوگ میرے دربار دُربار مین حاضر
ہو کر شرف اندوز ملازمت ہون لیکن اصلی مطالب محمود کا قتل شیخ تہا۔
چونکہ خوارزم شاہ اس معاملہ سے آگاہ ہوگیا تہا لہذا ابوریحان اور شیخ الرئیس کو

تخلیہ مین طلب کر کے سلطان محمود کے مافی الضمیر سے آگاہ کیا۔ اور کہا تم ایسے مغتنمات حضرات کو مین نہین چاہتا ہون کہ بلا تکلف سلطان محمود کے دربار مین بھیجدون۔ لیکن یہ بات بھی ناممکن ہے کہ اوسکا حکم ٹالدون۔ مناسب طریقہ یہ ہے کہ قبل اسکے کہ حسن بن میکال یہان آوے آپ لوگ میری مجلس کو اپنے قدوم فیض سے خالی کردیجیے تا کہ قوی عذر ہو۔

آخر کار شیخ الرئیس نے اوس گران بہا صحبت کو وداع کیا ابو سہیل مسیحی نے بھی غزنین کے جانے سے پرہیز کیا۔ اور شیخ کے ہمراہ ہوا۔ الغرض حسن بن میکال شیخ کے جانے کے بعد آیا اور شیخ کو نہ پایا صورت حال واقعہ کی حضور سلطانی مین جاکر عرض کردی۔ چونکہ سلطان محمود کو اس بارہ مین نہایت ہی کد وکاوش تھی حکم فرمایا کہ ابو نصر فن مصوری مین کامل مہارت رکھتا ہے ابو علی سینا کی تصویر کھینچے اور ہر ایک مصور جو اس حال سے آگاہی پاوے شیخ کی تصویر کھینچکر ایک ہوشیار اور معتبر شخص کو سپرد کردے تا کہ جو شخص اس شبیہ کا آدمی پاوے اصل حلیہ سے مطابق کرے اگر اصل مطابق ہو تو اوس شخص کو پایہ سریر سلطنت مین لاکر پہونچاوے۔ چنانچہ چند تصویرین شیخ کی جرجان مین بھیجی گئین۔

القصہ شیخ الرئیس نے اپنے ہمراہیون کے ساتھ جرجان کا قصد کیا۔ ابو سہیل مسیحی اثنائے راہ مین تشنگی سے راہی عدم ہوئے اور شیخ الرئیس افتان وخیزان مصیبت اور سختیان جھیلتے ہوئے بیورد تک پہونچے اگرچہ بہت ہی خستہ حال ہوگئے تھے لیکن تھوڑی دیر بھی قیام نہ کیا تھا کہ نیسا کا راستہ لیا اور وہان سے نیشاپور مین تشریف لے گئے۔ اور چندے اوس سرزمین کو اپنے فیض قدوم سے گلزار کیا۔ ایکدن وہ گھر سے باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ ایک مجمع سا معلوم ہوا اور آپس مین کچھ [illegible] جب [illegible] طرح دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ محمود کے فرمان کا ذکر کر رہے ہین اور [illegible] فرار ہو جانے کا ذکر ہے شیخ نے کسی [illegible] لوگون سے دریافت کرنا شروع کیا تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ انہین کی نسبت یہ فرمان ہے شیخ اس حال کو سنکر نہایت خوف زدہ ہوا اور مصلحت اسی مین سمجھی کہ یہان سے چلا جاوے۔ ناگزیر جرجان کا قصد کیا اول زمانہ مین اوس دیار کا حکمران قابوس تھا اب [illegible] سے تعریف [illegible] ہین۔

یہ بادشاہ نہایت خوبیوں کا تھا خود بھی بہت بڑا فاضل تھا اور فاضل دوست بھی تھا۔ اہل ہنر کی کمال قدر کرتا تھا چونکہ وہ خود اہل ہنر تھا حکیموں کا خواستگار اور دوستدار تھا۔ اس فاضل بادشاہ کے نیک خصائل سے تمام اعلےٰ اور ادنےٰ آگاہ ہوگئے۔ شیخ نے ظاہر طور پر یہاں طبابت شروع کی اور چونکہ وسیلہ معاش اسپر تنگ تھا ناگزیر اسی طبابت کے پیشہ کو وسیلہ روزی ٹھہرایا۔ اور رفتہ رفتہ اوس کی طبابت چمکی اور شہرت حاصل ہوگئی۔

ایک کثیر گروہ نے جو کہ امراض مزمنہ میں مبتلا تھے اور کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوتا تھا شیخ کے معالجے سے نہایت جلد شفا پائی۔ اب شیخ کی حالت درست ہوگئی اور کافی معاش کے لیے اس کے پاس روپیہ مہیا ہوگیا بلکہ چند روز میں یہ امیر ہوگیا۔

اسی زمانہ میں شاہ قابوس کا بھانجا سخت علیل ہوا اور مرض کے اشتداد سے نہایت ناتوان ہوگیا اوس کے شہر کے طبیبوں نے جس قدر ممکن تھا علاج اور معالجہ میں کوشش کی اوسی قدر ناکامی ہوئی اور نہایت عجز کے ساتھ ترک معالجت کی اب روز بروز مریض کا ضعف بڑھتا گیا اور مرض کا اشتداد اور زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ قابوس کو اس امر سے نہایت صدمہ تھا اور اس لاعلاجی سے انتہا کا رنجیدہ و دلگیر تھا۔ ایک روز اوسکے دربار میں ذکر ہوا کہ آجکل ایک طبیب اس شہر میں وارد ہوا ہے اور تشخیص مرض میں اوسکو کامل دستگاہ ہے اور علاج مرض میں دم مسیحا رکھتا ہے۔ قابوس نے جب یہ سُنا نہایت عجلت کے ساتھ اوس کی حاضری کے واسطے حکم دیا۔ ملازمان سلطانی فوراً شیخ کی طلبی کے واسطے دوڑے اور شیخ کو حاضر دربار کیا شیخ کی عرض کی گئی ارشاد ہوا کہ ایوان سلطانی میں لایا جائے شیخ ایوان سلطانی میں داخل ہوئے۔ مریض کو دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت بے حد خوشرو جوان ہے جس کے تناسب اعضا اور سڈول بدن اوسکے حسن خداداد کا نمونہ تھا رخ تابان غیرت ماہ طلعت درخشان رشک آفتاب اوٹھتی جوانی اور عالم شباب یہ سب مجموعی باتیں اوسکے سن وسال کے واسطے جو ابھی بیس برس سے کم ہی تھا نہایت دلفریبی پیدا کر رہی تھیں۔

ابھی مسیں بھی بھیگنے نہیں پائی تھیں کہ بستر مرگ نصیب ہوا۔ شیخ اس نوجوان مریض کے اور قریب آکر بیٹھ گیا۔ ابتداے مرض کی حالتیں دریافت کیں اور قارورہ دیکھا اسباب اور علامات سے دریافت کرکے حکم دیا جس قدر یہاں لوگ جمع ہیں سب اُٹھ جائیں اور

ایک ایسا شخص مجہکو چاہیے جو کہ شہر کے تمام محلّون اور کوچون اور مکانون کو جانتا ہو۔ چنانچہ
ایک ایسا ہی شخص حاضر کیا گیا اور اب مریض بالکل تخلیہ مین ہے صرف یہی تین آدمی رہ گئے
شیخ نے مریض کی نبض پر ہاتہہ رکھا اور اوس آدمی سے کہا کہ تم پہلے محلّون کے نام بول
جاؤ اوس نے ایک ایک محلے کا نام لینا شروع کیا یہان تک کہ ایسے محلے پر پہونچا کہ
مریض کی شریانین مختلف ہونے لگی اور حرکت نبض مضطرب ہوگئی شیخ الرئیس نے یہہ
حالتین محسوس کین اور حکم دیا کہ اب اس محلے کے مقامات بتاؤ جسکو تم نے آخر مرتبہ کہا۔ پہر
نبض پر ہاتہہ رکہا اور اوس شخص کے بیانات سننا شروع کیے اور اب مریض کی نبض کی
طرف خیال زیادہ رجوع کر دیا۔ اب اوس محلہ کے مکانات اوس شخص نے گنوانا شروع
کیے یہان تک کہ ایک ایسے مکان کا اوس شخص نے نام لیا جس پر بیمار کی نبض میں
عجیب حالتین پیدا ہونا شروع ہوئین۔ شیخ الرئیس نے نبض کو ہاتہہ سے چہوڑ دیا اور کہا
کہ اب مین ایک اور بات دریافت کرنا چاہتا ہون وہ یہ ہے کہ اوس مکان کے رہنے
والون کے نام مجکو معلوم ہونا چاہیے فوراً ایک ایسا واقف کار شخص بلایا گیا اور اوس
شیخ نے وہان کے رہنے والون کا نام دریافت کرنا شروع کیا اوس شخص نے
ایک ایک کا نام لیا اور شیخ نے نبض پر ہاتہہ رکہا اب جیسے ہی ایک عورت کا نام آیا
جس سے نبض از حد متغیر ہوگئی اور حرکت طبعی اوسکی بالکل بدل گئی پہر اوس مکان کے
حالات دریافت کرنا شروع کیے اس مرتبہ اور یہی تغیر پیدا ہوگیا۔ پس شیخ نے شاہ قابوس
کے معتمد لوگون سے کہا کہ یہ شخص فلان محلہ او مکان کی فلان دختر مہر پیکر پر عاشق ہے
اور اوسکے صدمۂ فراق اور رنج مہاجرت سے اسکی یہ حالت ہوگئی ہے اس کا علاج سوائے
دیدار محبوب اور وصل معشوق کے نہین ہے کیونکہ اس جوان کے تمام حالات سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ اوس پریوش کے تیر نگاہ کا گہائل ہے۔ اور اوسکو مرض عشق نے رنجور کر دیا
ہے۔ آخرکار مقربین بارگاہ سلطانی نے اس امر کو نہایت تحقیق کے بعد دریافت کیا کہ
دراصل مرض یہی ہے اور جبکہ یہ بخوبی پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا تو حضور سلطانی مین عرض
کیا گیا کہ تجویز شیخ یہ ہے۔ قابوس کو نہایت تعجب معلوم ہوا اور شیخ الرئیس کو طلب کیا
اوس سے ملاقات کی جسوقت شیخ کے چہرہ پر نظر پڑی تو اوسکو یاد آیا کہ اس
شخص کی کہین تصویر دیکہی ہے جب تمام نشانون کو غور سے دیکہا تو معلوم ہوگیا کہ یہ

شخص شیخ بو علی سینا ہے کیونکہ اوسکی تصویر دیکھہ چکا تھا فوراً اپنی جگہہ سے اوٹھہ کھڑا ہوا اور نہایت اعزاز و امتیاز کے ساتھہ شیخ کو اپنی جگہہ پہ بٹھایا۔ اور دریافت کیا اے حکیم دانشمند آپ کو کیونکر یہ بات معلوم ہوا کہ یہ مریض مرض عشق مین مبتلا ہے کیونکہ اس مرض کے اسباب ظاہری تو بہت پوشیدہ ہوتے ہین۔ فرمایئے تو آپ نے کیونکہ تشخیص مرض فرمائی شیخ نے کہا جبکہ امراض جسمانیہ کی کوئی علامت ابتدائی مین نے نہین دیکھی تو معلوم کیا کہ مرض جسمانی نہین ہے بلکہ اسکا سبب اغراض نفسانیہ سے ہے اور جبکہ یقینی طور پہ مین جانتا تھا کہ یہ مریض بسبب حیا کے اپنے اس راز کو چھپاتا ہے ناچار سوائے ان تدبیرات کے اور کوئی چارہ نہین تھا جیسا کہ مین نے اوسکی تدبیرین کین۔ اور حضور کو اس سے آگاہی ہوئی اس صورت سے یہ لاعلاج مرض تجویز ہوا۔ بادشاہ قابوس یہ ماجرہ سنکر زیادہ تر خوش ہوا اور اس نادر اور نایاب تجویز پر بہت تعریف کی اور خلعت بیش بہا اور انعام اکرام بہت کچھہ نذر دیا اور ایسا اعزاز و امتیاز کیا جس سے اور زیادہ متصور نہین ہو سکتا۔ قابوس نے شیخ الرئیس سے کہا کہ یہ نوجوان اور وہ پری پیکر دونون خالہ زاد بھائی بہن ہین اور میرے بھانجا اور بھانجی ہین پس ایسا کرنا چاہیئے تاکہ ان دونون کا نکاح آپس مین ہو جاوے پس حسب فرمان شاہ قابوس شیخ نے ان دونون کے عقد نکاح کی تجویز کی اور ساعت نیک اور طالع مسعود مین اون دونون کا نکاح کردیا۔ اور اوس مریض عشق کا تھوڑے زمانہ مین مرض زائل ہوگیا۔

اس قصہ کو عارف کامل مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے مثنوی کے پہلے دفتر مین ایک بادشاہ کو ایک کنیزک پر عاشق ہونا بتایا ہے اور چونکہ نظم فارسی ہین اور نیز نصیحت کے موقع پر صرف تمثیل کے طور پر لکھا گیا۔ تاریخی واقعات کی کوئی ضرورت نہ تھی لہذا اون واقعات کو ایک حکایت کے طور پر مجملاً ذکر کردیا۔

المختصر قابوس نے شیخ الرئیس کی صحبت مغتنمات سے جانکر آناً فاناً اوسکی عزت اور احترام زیادہ کرنا شروع کیا اور محمود غزنوی سے اسکے معاملہ مین بے انتہا کوشش کرتا [illegible] کی اور یہان تک اس بارہ مین خط کتابت کی کہ جو کچھہ محمود کے دل مین شیخ کی طرف [illegible] کینہ تھا وہ بالکلیہ رفع ہوگیا الحاصل ایک زمانہ تک شیخ الرئیس اوسکی [illegible] تقضا کار ملوک اکناف مملکت اور اطراف سلطنت نے شاہ قابوس کی [illegible]

کرنا شروع کی اور آخرکار اوسکو گرفتار کر کے قلعہ بسطام مین جو کہ خناشک کے نام سے مشہور تھا قید کیا۔ اور تھوڑے دنون کے بعد اوسکو قتل کر ڈالا۔ چنانچہ یہ واقعہ اکثر تواریخ مین مذکور ہے شیخ اس آسمانی آفت سے مجبور ہو کر جہان تک جلد ممکن ہوا جرجان کو چھوڑ کر دہستان کا راستہ لیا اور ایک زمانہ تک وہان پر ساکن ہو کر چند کتابین تالیف فرمائین۔

اسکے تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ بیمار ہو گیا اور اوس ضعف اور ناتوانی کی حالت مین جرجان کی طرف معاودت کی اور اپنی بدقسمتی کے سختی کے شکوہ اور زمانہ کی کجرفتاری مین ایک قصیدہ لکھا جسکی ایک بیت یہ ہے۔

لما عظمت فلیس مصر واسعی　　　لما غلا ثمنی عدمت المشتری

یعنے میری قدر و مرتبت اور شان و شوکت اس قدر عظیم ہے کہ کسی شہر مین میرے اقامت کی گنجائش نہین رہی اور جبکہ میرا سرمایہ کمال نہایت بیش قیمت اور گران بہا ٹھہرا تو اپنے خریدار کو مین نے مفقود اور نایاب پایا۔ اوسی زمانہ مین عبید اللہ جرجانی نے جو کہ عبد الواحد کے نام سے مشہور تھا فلسفہ کی تحصیل کے واسطے شیخ الرئیس کی مصاحبت اختیار کی اور آخر زمانہ تک شیخ کا ایسا ندیم اور مصاحب خاص رہا کہ تمام مورخین شیخ کے حالات اوسکے قول سے روایت کرتے ہین۔ اور سوا اوس کے جس سے روایت ہوئی وہ مستند اور معتبر نہین ہے۔

عبید اللہ سے نقل کرتے ہین کہ ابو محمد شیرازی جو کہ جرجان مین رہتا تھا اور فلسفہ کی تحصیل کا شوق اوسکو کمال تھا شیخ سے درخواست کی کہ آپ اپنے فیض عام سے دریغ نہ فرمایئے گا اور اپنے فیض سے مجھکو مستفیض فرمایئے۔ شیخ الرئیس نے اوسکی درخواست قبول کی۔ پس ابو محمد نے اپنے مکان کے قریب شیخ الرئیس کے واسطے ایک مکان خریدا اور شیخ اوس مکان مین فروکش ہوا اور نہایت فارغ البالی اور خوش حالی سے بسر کرنا شروع کیا۔ ابو محمد شیخ کی ملازمت مین ہر روز حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوتا۔ علم مجسطی اور علم منطق کے مسائل اوس سے پڑھتا ابو عبید اللہ بھی ہر ایک کتاب کے باب مین اوسکا ہم سبق ہو کر ہر کتاب مین ساتھ دیتا۔ چونکہ زمانہ ان دنون شیخ کے مخالف نہین تھا اس لحاظ سے اب اسکو ایسا موقع حاصل تھا کہ نہایت اطمینان کے ساتھ یہ تصنیف اور تالیف مین مشغول ہوتا کتاب اوسط جرجانی اور مبدء اور معاد اور دیگر کتب اس زمانہ مین تصنیف فرمائین

اورجن تالیفات کو دہستان مین شروع کیا تہا اونکو بہی انجام کو پہونچا دیا - جب ایک زمانہ
یہان کے قیام کو گذرگیا اور اب اسقدر ایک جگہہ کے قیام سے شیخ کی طبیعت گبہرائی یہان سے
سفر کرکے رے کی جانب توجہ فرمائی - اوس زمانہ مین حکمران اوس مملکت کا مجدالدولہ اور ملکہ
اوسکی مان تہی کسی قدر شیخ کی بزرگی اور مرتبہ سے اوسکو آگاہی تہی شیخ کے ورود کی
اطلاع پاکر مقربان سلطانی نے عرض کیا - شیخ جب اوسکے دربار دُربار مین باریاب ہوا
اوسکی عزت و توقیر زیادہ کی جیسی اوس کی شان اور توقیر تہی ویسے ہی اوسکا اعزاز کیا گیا اور
حکم محکم صدور پایا کہ اس دربار مین شیخ الرئیس ہمیشہ حاضر رہا کرین شیخ الرئیس نے اس عرض بالا
عالی کی ملازمت منظور کی اتفاقاً اوس زمانہ مین مجدالدولہ کو مرض مالیخولیا لاحق ہوا -
ملکہ نے شیخ کو اوسکے معالجہ کے واسطے مقرر کیا تہوڑے دنون مین شیخ کے علاج سے
اوسکو شفاے کامل حاصل ہوگئی - ملکہ نے اس معالجہ مسیحائی سے ازحد خوشنودی ظاہر
کی - بہت کچہہ سلوک کیا اور نہایت ہی ممنون ہوئی - اوس زمانہ مین کتاب معاد بنام
مجدالدولہ تصنیف فرمائی اس اثنا مین یہ بات مشہور ہوئی کہ سلطان محمود نے سلطنت
رے کی تسخیر کا قصد کیا ہے اور عنقریب رے کی حکومت پر غالب ہوکر فتح و نصرت کا
پہریرا بلند کرنے والا ہے شیخ الرئیس اس خوف اور ہراس سے جو اوسپر نہایت غالب
ہوگیا تہا ناچار رے کو الوداع کہہ کر قزوین کی طرف سدہارا اور قزوین سے ہمدان کا
راستہ لیا - اوس زمانہ مین ہمدان کا حکمران شمس الدولہ بن فخرالدولہ تہا - شیخ الرئیس کبدبانو
سے جو کہ ایک رئیسہ شمس الدولہ کے زمانہ مین تہی جاکر ملا اور تہوڑے زمانہ تک اوس کے
کامون کی نظارت کی - اوسی زمانہ مین شمس الدولہ کو مرض قولنج عارض ہوا - مقربین بارگاہ
سلطانی نے معروض کی کہ ایک حکیم اس سرزمین مین موجود ہے - حکم ہوا کہ اوس حکیم کو
حاضر دربار شاہی کرو - شیخ کا معالجہ شروع ہوا شیخ الرئیس نے احتقانات اور شیافات
مفتحہ کے ذریعہ سے علاج کیا اور جو جو تدابیر طبیہ تہین اونکو کام مین لایا - یہان تک کہ
شیخ الرئیس کے علاج سے بہت جلد صحیح ہوگیا - شمس الدولہ نے بہت اسکی تعریف کی
اور خلعت گران بہا اور انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ ہمیشہ ہماری صحبت مین شیخ الرئیس
رہا کرین شیخ کو اپنے مصاحبون مین نہایت ممتاز کیا اسی اثنا مین شمس الدولہ عناز شاہ کرمان
کے مقابلہ کی طرف متوجہ ہوا شیخ بہی اس سفر مین ہمرکاب دولت تہا جب طرفین سے

مقابلہ ہوا تو شمس الدولہ کا مطلوب حاصل نہین ہوا اور فتح نصیب نہ ہوئی پہر ہمدان کی طرف معاودت کی اور شیخ الرئیس سے درخواست کی کہ آپ امور وزارت اپنے متعلق کیجیے کیونکہ وزارت کا جیسا کہ آپ انتظام فرمائیے گا ویسا ممکن نہین شیخ کو کوئی وجہ نہ تہی کہ اسکو قبول نہ کرتا ایک زمانہ تک اوس مملکت کا انتظام شیخ کے ہاتہہ مین رہا اور نہایت حسن انتظام کے ساتہہ نظام مملکت مین مشغول رہا اوس زمانہ مین شمس الدولہ کا خزانہ خالی تہا اور اہل لشکر کو تنخواہ اور ملازمین کا وظیفہ اور منصب دارون کی تنخواہ وقت پر نہین پہونچتی تہی اہل غرض اور صاحبان حسد نے اس امر کا التزام شیخ پر رکہا اور ایک جماعت فتنہ پردازون کی شیخ کے دولت خانہ مین گہس آئے اور جو کچہہ مال و اسباب تہا لوٹ لے گئے اور بعد اوسکے شیخ کو پکڑ لائے اور اوسکے قتل پر آمادہ ہوگئے ادہر مقربین دربار نے شمس الدولہ کو بہڑکا کر شیخ کے قتل پر آمادہ کیا۔ لیکن اس امر کو اوسنے منظور نہین کیا اس فتنہ و فساد کے دفع کرنے کی غرض سے اوسنے وزارت سے معزول کر دیا۔ آخرکار شیخ الرئیس عہدہ وزارت سے کنارہ کش ہو کر عزلت گزین ہوا اور ابو سعید اور خدوک کہ اوس سے اتحاد رکہتے تہے پوشیدہ طور پر اونکے مکان مین آکر قیام گزین ہوا اور قریب قریب چالیس روز کے وہان رہا۔ اتفاقاً پہر شمس الدولہ کو درد قولنج کی شکایت ہوئی شیخ الرئیس کی طلب مین کوشش بلیغ کی۔ بعد تلاش کرنے کے پتہ معلوم ہوا شمس الدولہ نے اپنے اکابر اعیان دولت کو اوسکی طلب مین بہیجا اور اوسکی حاضری کا خواستگار ہوا شیخ الرئیس نے از روے اطاعت اور تابعداری کے اوسکے حضور مین حاضر ہوا۔ شمس الدولہ اوسکی ملاقات سے نہایت مسرور ہوا اور نہایت مہربانی اور التفات کے ساتہہ عذر کیا۔ شیخ الرئیس نے دوبارہ اوسکے عارضہ کا علاج کیا۔ شمس الدولہ نے اوسکا مرتبہ بڑہایا اور اوسکے معاندین کے رتبے گہٹا دیے۔ اب شیخ کا مرتبہ بہت کچہہ بلند ہوگیا اور بار دیگر منصب جلیل وزارت پر مقرر کیا۔ اوس زمانہ مین ابو عبید اللہ نہایت مستعد اور اجلہ شاگردان شیخ الرئیس سے تہے اور نہایت خاص مصاحب شیخ کے تہے۔ ابو عبید اللہ نے اپنی آرزو ظاہر کی کہ کتب ارسطو کی شرح کرے۔ چونکہ شیخ کو امور وزارت اور مہام سلطنت سے مہلت نہ تہی اس امر مین ابو عبید اللہ سے معذرت چاہی۔ جب ابو عبید اللہ نے زیادہ اصرار کیا اور شیخ کی بہت کچہہ منت کی

تو شیخ نے کہا چونکہ فلسفہ کا شوق تمکو زیادہ ہے لہذا اس باب مین جو میرے معتقدات ہین مین اونکو مدون کرتا ہون بغیر اسکے کہ دوسرون کے اقوال نقل کرون یا دوسرے مذاہب اس بارہ مین بیان کرون۔ ابو عبید اللہ اس امر سے نہایت خوش ہوا اور شیخ کا بہت کچہ شکریہ ادا کیا اور شیخ کی تعریف و توصیف کی۔ پس شیخ نے حسب تحریک ابو عبید اللہ کے علم طبیعیات کتاب شفا تصنیف فرمائی اور اوس زمانہ مین خمسہ قانون تالیف کیا۔

اور چونکہ شیخ کو مشاغل علمیہ مین زیادہ تر انہماک تہا اور ہمیشہ اسکی صحبت مین علم کا چرچا رہتا تہا اس سبب سے اک جم غفیر اور مجمع کثیر ہر شب اسکی صحبت مین رہتا اور ایک جماعت کثیر طالبا کی اسکے پاس جمع رہتی بیانات شافیہ سے اپنی معلومات کو بڑہاتی تہی اور اوسکے فیض علم سے فیضیاب ہوتی۔

ابو عبید اللہ کہتا تہا کہ ہر ایک طالبعلم کے واسطے ایک زمانہ خاص مقرر تہا اور کسی کو اس زمانہ سے تقدم اور تاخر ہونے نہین پاتا چنانچہ سب سے مقدم میری باری تہی لہذا مین سب سے پہلے کتاب شفا سے مستفیض ہوا۔ بعدا وسکے اور متعلم مستفیض ہوئے اور ایک زمانہ اسی طور پر گذر گیا اتفاقاً ایک مرتبہ شمس الدولہ کو جنگ حاکم جبال سے پیش آئی کیونکہ اون لوگون نے سرکشی اور فساد پہ آمادگی اور شورش برپا کی تہی شمس الدولہ نے قصد مصمم کیا کہ اونکو اونکے اعمال بدکردار کی سزا دے پس شیخ کو بہی حکم ہوا کہ ہمراہ رایت منصورہ ہین۔ لیکن شیخ الرئیس نے اس امر سے استعفا دیا اور معافی چاہی کہ مجہکو ہمدان مین رہنے کی اجازت ملے۔ بہرحال شمس الدولہ اوس مہم کی طرف متوجہ ہوا راستہ مین اوسکو پہر درد قولنج اوٹہا اور جس قدر تدبیرین کی گئین اوس سے اور سوء مزاج بڑہتا گیا اور کوئی تدبیر صائب نہ ہوئی۔ آخرکار تمام امراے سلطنت کی یہی راے ٹہری کہ اسوقت ہمدان کو معاودت کرنا چاہیے۔

امیر شمس الدولہ کو ایک محفہ مین بٹہا کر ہمدان کی طرف روانہ ہوئے۔ ابہی بلدہ ہمدان مین پہونچنے بہی نہین پائے تہے کہ پیغام اجل کا پہونچ گیا اور اس جہان فانی سے رخت سفر آخرت کا باندہا۔ امراے سلطنت اور روساے مملکت نے اوسکے لڑکے تاج الدولہ کو تخت سلطنت پہ بٹہایا اور شیخ الرئیس ابو علی بن سینا

عہدہ وزارت سپرد کرنا چاہا چونکہ شمس الدولہ کے زمانہ مین لشکریون اور اہل دول سے اور
ملازمین سلطنت سے اسنے بہت بڑی زک اوٹھائی تھی اور اوسکو اون کی ذات سے
بہت کچھہ رنج پہونچا تھا وزارت قبول نہ کی اور ابو غالب کہ اسکا بڑا دوست اور خاص شاگرد
تہا اوسکے گہر مین جاکر چھپ رہا اور اپنی اس حدک اور تفضیح سے جان چھپائی۔ اور ایک
خط علاء الدولہ ابو جعفر کو اس امر کی نسبت لکہا کہ مجہکو تقبیل آستانہ فیض کاشانہ کی ازحد
آرزو ہے اور حضور کی ملازمت کی ازحد تمنا ہے کہ جسکی تشریح اور توضیح حد بیان اور احاطہ
تقریر سے خارج ہے اگر حضور اپنی ملازمت سے سرفراز فرمائین اور اپنی زیارت سے
مجہکو مسرور کرکے ایا حاضری ہوے تو فوراً آشنایان آستانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہوکر
شرف اندوز ملازمت ہون۔

اوس خط کو نہایت پوشیدہ طور پر علاء الدولہ کے پاس روانہ کیا آخر اوس زمانہ
مین ابو عبید اللہ نے شیخ الرئیس سے درخواست کی کہ یہ زمانہ فارغ البالی اور نہایت
اطمینان کا میسر ہے جس مین وہ نادر اور عدیم الوجود کتاب شفا اور قانون تمام کیا
جاوے۔ شیخ نے اس درخواست کو قبول کیا۔ ابو غالب کو طلب کیا اور اوس سے
کاغذ وغیرہ مہیا کرایا۔ پس راس الرؤس مسئلہ حکمت کو اوس کتاب مین درج کیا اور
دس، روز مین درست کرکے بعد اوسکے مطالب عالیہ اور مسائل شریفہ کتاب کی طرف
متوجہ ہوا۔ ہر ایک مسائل کی شرح کی اور اوس کی باریکیان اور نکات حل کیے اور جو جو
امور متعلق اوسکے تہا سب کو تشریح اور توضیح کے ساتھہ لکہا اور ایک روز مین کئی
ورق کے مسودہ کرتا۔ اور جب طبیعیات اور الہیات کتاب سے فارغ ہوا اور اوسکو
تمام و کمال ختم کر چکا۔ علم منطق کی جانب اوسنے توجہ کی اور کئی جزء اوس علم کے متعلق
لکہے۔ مورخین لکہتے ہین کہ تاج الملک شمس الدولہ کے زمانہ مین امراے سلطنت سے
تہا۔ جب شمس الدولہ کا لڑکا تاج الدولہ تخت سلطنت پر بیٹھا تاج الملک اوسکا وزیر ہوا
چونکہ تاج الملک کو اوس سے ہمیشہ سے کاوش تہی اور ہمیشہ سے شیخ الرئیس سے
حسد رکہتا تہا تاج الدولہ کے حضور مین شیخ کی شکایت کی کہ شیخ علاء الدولہ سے
خفیہ خط و کتابت رکہتا ہے۔ اس بات سے تاج الدولہ نہایت ہی برہم ہو گیا۔ حکم دیا
تاکہ شیخ کو قید خانہ مین لے جائین ایک گروہ اوسکے سراغ مین نکلا اور جہان جہان تک

اونکا گمان گیا وہان وہان شیخ کو تلاش کیا آخر کار تاج الملک کے لوگون نے سراغ لگا لیا اور وہ فقۃً ابو غالب عطار کے گہر مین چلے آئے او شیخ کو قید کر لیا اور قلعہ بروان مین لے گئے۔ کہتے ہین کہ چار مہینے اوس قلعہ مین شیخ نے بسر کی۔ وہ زمانہ اگرچہ قید کا تہا لیکن شیخ نے اوس فرصت کو غنیمت جانکر بعض اجزاے شفا کہ ناتمام رہگئے تہے انجام کو پہونچایا اور کتاب ہدایہ اور رسالہ حی بن یقظان کو بہی اوسی قلعہ مین تصنیف فرمایا اور ایک قصیدہ اپنی شرح حال مین جسکی ایک بیت یہ ہے لکہا۔

وخولی فی الیقین کما تراہ
وکل الشک فی امر الخروج

یعنے میرا آنا اس مکان مین جیسا کہ مین مشاہدہ کرتا ہون یقینی ہے لیکن اس جنبش تنگ سے میرا خلاصی پانا حقیقت مین مشکوک ہے۔

اسی زمانہ مین علاء الدولہ تاج الدولہ کی تنبیہ کے واسطے اوس مملکت ہمدان کیطرف متوجہ ہوا۔ تاج الدولہ اوسکے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور آخرکار بہاگ کر اوسی قلعہ بروان مین جہان شیخ قید تہا آکر پناہ لی۔ چونکہ علاء الدولہ بغیر جنگ واپس آیا لہذا الحکم فتوت اور مروت کے ہمدان پہر پسر شمس الدولہ کو واپس کیا اور آپ اصفہان کی طرف مراجعت کی۔ علاء الدولہ کے آنے سے وزیر تاج الملک نے شیخ سے معذرت چاہی اور اوس سے درخواست کی کہ ہمارے ساتہ ہی ہمدان مین چلیے شیخ نے اوسکی درخواست قبول کی اور ہمراہی تاج الملک و پسر شمس الدولہ کے ہمدان مین آیا اور ایک سید علوی کے گہر مین جو کہ اسکا دوست تہا قیام گزین ہوا اور آنے جانے والون سے ملاقات ترک کر کے دروازہ بند کیے بیٹہا رہتا۔ اور تمام بقیہ اجزا منطقیہ اور جو مباحث شفا کے ناتمام تہے سید علوی کے گہر مین تمام کیا۔ اور رسالہ ادویہ قلبیہ کو بہی اوس زمانہ مین تصنیف کیا۔ کہتے ہین کہ شمس الدولہ کی وفات کے بعد قریب دو سال تک گوشہ گیری اختیار کی اور اوسی زمانہ مین اور چند کتابین تالیف اور تصنیف کین اب چونکہ ایک جگہ کے زیادہ رہنے سے شیخ زیادہ دل تنگ ہوگیا تہا۔ لہذا اصفہان کی سیر و سیاحت کی خواہش ہوئی اور وقت کے انتظار مین فرصت کو دیکہہ رہا تہا یہان تک کہ اب کوئی مانع اوسکے سفر کا باقی نہین رہا۔ آخرکار اہل صوفیہ کا بہیس بدلکر اپنے چہوٹے

بہائی محمود کو ساتھہ لیکر اور عبید اللہ کو بہی اپنے ہمراہ لیا اور دو غلام بہی اپنے ہمراہ لیے اور اصفہان کے حلیہ سے روانہ ہوا۔

بعد برداشت تکالیف سفر کے قریہ طبرک مین پہونچے جو کہ اصفہان سے بہت قریب ہے جب دو ایک روز رنج سفر سے آسائش پائی علاء الدولہ کو خبر ہوئی کہ وہ جس بزرگوار کا ایک مدت سے مشتاق تہا اب وہ اوسکے شہر کے قریب وارد ہوا ہے۔ ارکان دولت اور امراے سلطنت اور علماے اصفہان کو حکم دیا کہ نہایت احتشام اور اعزاز سے اوس کے استقبال کے لیے جائین اور میری خاص سواری کا گہوڑا نہایت ساز و سامان کے ساتھہ اوسکے واسطے تیار کیا جاوے اور نہایت عزت کے ساتھہ شیخ الرئیس دربار سلطانی مین حاضر کیا جاوے اور ایک خلعت گران بہا اور تمام عمدہ عمدہ نفائس خاصہ سلطانی شیخ کے لیے مہیا کیے جاوین۔ پس شیخ کو نہایت اعزاز اور امتیاز کے ساتھہ اصفہان مین لائے اور عبد اللہ بن ابی کہ ایک اعیان دولت اور رئیس شہر تہا اوس کے مکان مین شیخ کو اوتارا اور نفیس اور نہایت عمدہ ساز و سامان جو کہ اوسکے مرتبہ اور شان کے لائق تہا مہیا کیا۔ علاء الدولہ نے دوسرے روز شیخ کی دعوت نہایت پُرتکلف ساز و سامان سے کی اور نہایت تعظیم اور اقتدار اوس کا کیا گیا اور یوم جمعہ اس غرض سے مقرر کیا گیا تا کہ تمام علماے اصفہان اور اکابر حکما اور فقہا کہ اس شہر مین مقیم ہین دربار شاہی مین حاضر ہون اور سواے مناظرہ کے کوئی دوسری بات نہ کی جاوے۔ کہتے ہین ہر جمعہ کو یہ جلسہ ہوا کرتا اور کوئی نہ کوئی مسئلہ شیخ چہیڑ دیتا اور تمام لوگ اک حیرت سے سُنا کرتے اور ہر شخص اوسکے بیان سے استفادہ اوٹہاتا اور جس کسی کو کوئی شبہ واقع ہوتا وہ رفع کر لیتا۔ اور وہ نہایت مختصر بیان سے اوس مسئلہ کا حل کر دیتا۔

اوس زمانہ مین ابو المنصور جبان کہ فضلا اور ادباے اصفہان سے تہا علاء الدین کے نزدیک بیٹہا تہا اور شیخ بہی حاضر تہا لغات عربیہ کے بارے مین گفتگو شروع کی۔ شیخ نے اس مین نہایت چرب زبانی سے کلام کیا اور فخر و مباہات کے ساتھہ گفتگو کرنا شروع کی ابو المنصور نے کہا کہ علوم فلسفیہ اور منطقیہ تو آپ ایسا جانتے ہین کہ اوس مین کسی کو تیرے سامنے مجال گفتگو نہین ہے۔ لیکن ادب کے متعلق جیسا کہ اہل زبان سمجہ سکتے ہین اور اُنکا قول حجت ہو سکتا ہے ویسا تیرا قول حجت نہین ہو سکتا ہے شیخ کو وہ کلام نہایت

ہُرا معلوم ہوا لغات عرب کی طرف توجہ فرمائی اور کتاب تہذیب اللغت کہ تصنیفات ابو منصور ازہری
سے ہے خراسان سے طلب کی اور کتابین بھی مہیا کین اور اون کتابون کے مطالعہ مین
مشغول ہوا اور علم لغت مین اسدرجہ کمال حاصل کیا کہ اوس سے زیادہ کمال حاصل کرنا متصور
نہین ہے۔ بعد اسکے ایک قصیدہ لکہا جسمین نہایت نادر لغات اور نہایت فصیح الفاظ تھے
جو صنائع اور بدائع سے بھرا ہوا تھا بلاغت اور فصاحت الفاظ سے مملو تھا اور تین رسالہ
تصنیف فرماتے جو ہر ایک چند فصلون کے ساتھہ مشتمل تھے۔ ایک ابن عمید کے طریقہ پر اور
دوسرا ابن عباد کے طرز پر اور تیسرا ابراہیم ابو اسحق صابی کے شیوہ پر اور اون رسالون کو
کتب قدیمہ کے طور پر مرتب کیا اور اس امر کا تذکرہ امیر علاء الدولہ سے کیا کہ آپ اس امر کو رازداری
کے ساتھہ مخفی رکہیے گا کسی طور پر کسی پر یہ امر نہ کہلے کہ میرے تصنیفات سے ہین حسب دستور
ایک روز ابو المنصور علاء الدولہ کی حضوری مین حاضر ہوا۔ ادہر اودہر کی باتون کے بعد علاء الدولہ
اس کی طرف متوجہ ہوا کہ ان مسائل کو مین نے آجکل پایا ہے مین چاہتا ہون اسکی نظم اور نثر کے
مضامین کو سمجھون۔ ابو المنصور نے امیر کے ہاتہہ سے لے لیا اور نہایت غور کے ساتھہ
دیکھنا شروع کیا۔ اکثر مقامات اوسکو بہت مشکل معلوم ہوئے۔ اس اثنا مین شیخ بھی آگیا جو
لغت کہ ابو المنصور کے اوپر مشکل تھا بیان کیا اور اوسکے بیان اور دلائل مین اس قدر وسیع
تقریر کی کہ سننے والے حیران ہو گئے۔ ابو المنصور نے اس امر کو دریافت کر لیا کہ یہ نظم و نثر
اسکی تصنیف سے ہے اور شیخ کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔ آخر کار ابو المنصور نے نہایت خجل
اور شرمندہ ہو کر نہایت معذرت کی اور یہی کہتا تہا کہ امنا وصدقنا کہ تو ہر فن مین ہر ذی فن
سے افضل اور اعلےٰ ہے اوس زمانہ مین کتاب لسان العرب فن لغت مین تصنیف فرمائی
اور اتنی فرصت نہ تھی کہ اوسکی نقل رکہتا وہ کتاب بھی اوسکی دیگر تالیفات کی طرح تلف ہو گئی
اوسی زمانہ مین علاء الدولہ نے منصب جلیل وزارت اوسکو سپرد کیا۔ اوسی زمانہ کا یہ تذکرہ
ہے جبکہ عنان وزارت اوسکے ہاتہہ مین تھی ہمیشہ قبل طلوع آفتاب کے اوٹہتا اور تصنیف
کتب اور مطالعہ کتب حکما مین مشغول رہتا اور بعد اوسے فراغت اوسکے شاگرد جمع ہوتے اور
اوسکے درس تدریس مین مشغول رہتا۔ چنانچہ کیا رئیس اور بہمن یار۔ اور ابو المنصور زیلہ
اور عبد الواحد جرجانی۔ اور ابو عبد اللہ   اور سلیمان دمشقی۔ اور تمام دیگر تلامذہ اوسکے
حضور مین حاضر رہتے۔ اور علوم حکمیہ اور طبیہ اور دیگر علوم کے نہایت دقیق مسائل اور بلیغ نکات

لوگ استفادہ اوٹھاتے۔ بہمن یار کہتا ہے کہ اوس زمانہ مین ایک شب کو مین نے اپنے دوستون مین تمام شب عیش و عشرت مین گزاری صبح کو شیخ کی درسگاہ مین حاضر ہوا شیخ الرئیس نے بعض مشکل اور دقیق مسئلون کو سمجھانا شروع کیا اور جہان تک ممکن ہوا نہایت توضیح اور تشریح سے سمجھاتا رہا اور جسقدر کوشش کی اوسی قدر فہم و ادراک مطالب کا مادہ مجھہ مین نہ دیکھا آخر کار میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کل تمنے اپنی اوقات بیکاری مین صرف کی۔ کہتا ہے کہ مین نے عرض کی کہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا آپ نے تصور فرمایا ہے پس نہایت غصہ ہوا اور آنکھون مین آنسو بھر لایا اور آہ سرد کھینچکر کہا کہ مجکو افسوس ہے کہ عمر گرانمایہ نہایت بیہودگی مین صرف کی اور اون مطالب اور نکات کی کچہ قدر نہ کی سبحان اللہ رئیسان بازیعنے نٹ اپنے پیشہ مین ایسی دستگاہ کامل پیدا کرتے ہین اور ایسے مقام تک پہونچ جاتے ہین کہ بڑے بڑے عقلمندون کو حیرت ہوتی ہے اور تم معارف عقلیہ مین ایسی دستگاہ بہم نہین پہونچا سکتے ہو اس علوم پر ایسے قادر نہین ہو کہ جاہلون کو اپنے ملکات روحانیہ سے متحیر کردو۔ الغرض تمام شاگردان فخام کہ ہر ایک۔ اون مین کا اوستاد کامل اور مسلم الثبوت حکیم تہا۔ ہر روز حاضری مین پابندی کرتے اور صبح کو اوسکے پیچھے آکر نماز فجر ادا کرتے۔ بعد تعلیم تلامذہ اور طلاب کے اصلاح انتظام خلق اللہ مین مشغول ہوتا اور اپنے فرض منصبی کار وزارت مین ہمہ تن مصروف ہوتا۔ اور رائے رزین اور عقل دوربین سے اصلاح عباد اور تعمیر بلاد واطفائے آتش فساد کی تدبیرین کرتا جس سے بڑے بڑے عقلمندون کو حیرت ہوتی تہی۔

اوسی زمانہ مین ایک اجلۂ روسا و عظام سے کہ منتسبان سلطنت سے تہا مرض مالیخولیا مین گرفتار ہوا اوسکو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مین ایک فربہ گائے ہون۔ اب گائے کی بولی بولنے لگے جو شخص حضرت کے قریب جاتا گائے کی طرح آپ سر مارتے کیونکہ اپنے حساب سینگ مارتے تہے اور کہتے اب مین بہت فربہ گائے ہو گیا ہون مجکو ذبح کرو کیونکہ میرے گوشت کا ہریسہ خوب تیار ہوگا۔ ایک زمانہ اسی طور پر گذر گیا اور مرض بڑہتا گیا یہان تک مرض نے طول کھینچا کہ کچہ غذا نہ ہوتی۔ اور اب مریض نہایت ضعیف اور لاغر ہو گیا۔ اطبا نے اگرچہ بہت کچہ علاج کیا لیکن کسی کے معالجہ سے اوسکو تخفیف نہین ہوئی۔ آخر الامر اس مرض کی تفصیل اور عجز اطبا بحضور علاء الدولہ گذرانی اور عرض

کیا کہ اگر شیخ الرئیس حضور کے حکم عالی سے اس مریض کو ملاحظہ فرمائین گے تو البتہ اس کی زندگی متصور ہے۔ علاء الدولہ نے اوسکے علاج کے واسطے شیخ سے ارشاد فرمایا۔ شیخ نے اوس رئیس کے خواصون سے تمام حالات دریافت کیے۔ ساری کیفیت معلوم ہوئی تو فرمایا کہ تم مریض سے کہدو کہ کل گاؤ قصاب آئیگا اور تو فبح کیا جاویگا۔ اوس مریض نے اس خبر کو سنکر نہایت خوشی منائی۔ شیخ جب انتظام مہام سلطنت سے فراغت کر چکا تو مع تلامیذان رشید کے اوس رئیس کی ڈیوڑھی پر آیا اور باہر سے آواز دی کہ قصائی آیا ہے وہ گاے کہان ہے مین اوسکو ذبح کرونگا۔ اوس مریض نے سُنتے کے ساتھہ ہی گاے کی آواز بنا کر بولنا شروع کیا۔ لوگ اوسکو پکڑ کر لاتے شیخ نے قصابون کی طرح چھُری نکالی اور کہا کہ اس گاے کے ہاتھہ پیر باندھ کے صحن مین پچھاڑو اور خود چھُریا تیز کرنا شروع کین اب جس طرح پر گاے کو ایک پہلو لٹاتے ہین اوس مریض کو لٹایا۔ خود ایک زانو اوس کے شانہ پر رکھہ کر چھُریان تیز کر کے ہاتھہ مین لین اور اوس کو ٹٹولنے لگا پھر دفعتاً کہا کہ یہ گاے تو بہت لاغر ہے اسمین گوشت کیا نکلے گا پہلے اسکو خوب ثانی بھوسہ بلکہ صیلہ کہلانا چاہیے تاکہ یہ فربہ ہو اوسوقت مین اسکو ذبح کرونگا اب اوسکے سامنے غذا لے جاتے اور کہتے کہ کہا تا کہ تو فربہ ہو اور قصائی تجکو ذبح کرے مریض اس لالچ سے کہ اب مین بہت جلد ذبح کیا جاؤنگا غذا کہاتا اور اوسکے ذریعہ سے اغذیہ اشربہ اور ادویہ غذائیہ استعمال کرائی جاتی یہان تک کہ وہ اسی تدبیر سے بالکل صحیح ہوگیا۔ علاء الدولہ کو اس تجویز اور معالجہ سے نہایت ہی تعجب ہوا اور بہت توصیف اور تعریف کی۔

تاریخ الحکما مین لکھا ہے کہ اس فرصت کے زمانہ مین شیخ الرئیس نے بقیہ کتاب شفا تمام کیا اور کتاب منطق اور مجسطی سے فراغت حاصل کی اور کتاب اقلیدس اور ارثماطیقی اور موسیقی قبل اسکے مختصر طور پر لکھی تھین ہر ایک کتاب مین جس قدر کہ ریاضیات کی زیادتی کی ضرورت تھی اور اجزا بڑہائے۔ لیکن مجسطی مین دس اور شکلین کہ اختلاف منظر سے معلوم ہوتی تھین زیادہ کین اور اسی طرح پر آخر مجسطی مین علم ہیئت سے اور بہی مطالب زیادہ تحریر کیے جو اس سے قبل کسی حکیم نے نہین لکھے تھے اور کتاب اقلیدس مین اعتراض وارد کیے اور ارثماطیقی مین خواص حسنہ استنباط کیے اور علم موسیقی مین اور

چند مسائل ایجاد کیے جس سے حکما واقف نہیں ہوئے تھے۔ غرضکہ نہایت توضیح اور تنقیح کے ساتھہ تمام کتابین اختتام کو پہونچ گئین لیکن کتاب نباتات حیوان کہ اوس زمانہ مین تصنیف کرنا شروع کی تہی جبکہ علاء الدولہ نیشاپور کے سفر مین تہا اور اوسی وزارت اصفہان کے زمانہ مین کتاب نجات کہ بہت بڑی تصنیف شیخ کی ہے جمع اور تالیف کی غرض علاء الدولہ کے زمانہ مین شیخ کا مرتبہ روزافزون بڑہتا گیا۔

مورخین لکہتے ہین کہ جس زمانہ مین علاء الدولہ کہ محض صلاح ہمدان کو گیا شیخ اوس زمانہ مین ملازم تہا اور ابو عبید اللہ کہ ہمیشہ شیخ کے ہمراہ سایہ کی طرح رہتا تہا شیخ الرئیس کی ایک حکایت نقل کرتا ہے کہ رات کا وقت تہا اور علاء الدولہ کے دربار مین اہل تنجیم اور حکماے نجوم جمع تہے معمولی طور پر تقویمون مین اختلاف واقع ہوتا ہے اور چونکہ رصد قدیمہ سے اب بالکل نجوم ہٹ گئے تہے اس اختلاف سے کچہہ مباحثہ ہونے لگا۔ علاء الدولہ نے شیخ کی طرف دیکہا۔ یہان کیا تہا فوراً اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ ایک رصد تیار کی جاوے۔ علاء الدولہ نے بہی اپنے خزانچی کو بلا کر حکم کردیا کہ دستور المعظم جس قدر روپیہ اس کام کے واسطے طلب کرین خزانہ عامرہ سے دیا جاوے اور کوئی کمی نہ کیجاوے ابو عبید اللہ کہتا ہے کہ مجکو طلب کر کے اس رصد خانہ کی تیاری کا انتظام میرے سپرد کیا گیا اور سہری اس امر مین اور اسکے واسطے خود شیخ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ مین نے اسکی تیاری کے واسطے بہت کچہہ سامان اور بہت سے آلات منگائے۔ اب یہ سامان اس قدر مہیا ہوگیا تہا کہ جس سے اور زیادہ سامان متصور نہین ہوسکتا ہے لیکن علاء الدولہ کو اس قدر سفر واقع ہوئے اور شیخ کو بہی اپنے کار وزارت سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ اس کام کی طرف متوجہ ہوتا اگرچہ اوس زمانہ مین رصد خانہ کی تعمیر نہ ہوسکی لیکن اس قدر تو ضرور ہوا کہ اکثر مسائل رصد کے حل ہوگئے۔

شیخ نے اس زمانہ مین کتاب حکمت جو علائیہ کے نام سے مشہور ہے تصنیف کی۔ ابو عبید اللہ یہ بہی بیان کرتا ہے کہ مجہکو مدتون شیخ کی صحبت مین رہنے کا اتفاق ہوا اور مین شیخ کے طریق مطالعہ سے بہی واقف ہون کہ شیخ کبہی کتاب بالاستیعاب ترتیب سے مطالعہ نہین کرتا تہا بلکہ اوسکی عادت تہی کہ ہر کتاب کے مشکل مقامات کو دیکہتا تہا جس سے وہ مصنف کتاب کی شان کو جان لیتا تہا۔ یہ بہی روایت کی جاتی ہے کتاب مختصر اصغر جو منطق مین ہے تصنیف کی اور وہ شیراز کے عالمون کے مطالعہ مین آئی تو اونہون نے

اوسپر چند اعتراضات لکھے اور ایک رسالہ کی صورت مین جمع کرکے معہ ایک خط کے ابوالقاسم کرمانی کے پاس جو ابراہیم ابن باپار دیلمی کا دوست تہا بہیجے۔ ابوالقاسم نے اون اجزا کو شیخ کے حوالہ کیا۔ ابوالقاسم سے باتین کرتا جاتا تہا اور دیکھتا جاتا تہا۔

نماز عشا تک یہ صحبت رہی بعد نماز عشا اوس نے اون اعتراضات کے جواب لکھ ڈالے ابوالقاسم کہتا ہے کہ مین صبح کو جب شیخ کے پاس آیا تو وہ جانماز پہ بیٹھا ہوا تہا اوس نے مصلی کے نیچے سے وہ جوابات نکالکر میرے حوالہ کر دیے اور یہ کہا کہ جس عجلت مین یہ جوابات لکھے ہین اوس کی کیفیت بہی ایک خط مین لکھکر علماے شیراز کے پاس بہیجدیجیے۔ جب ابوالقاسم کا خط اور شیخ کے جوابات اونکے پاس پہونچے تو وہ سب حیرت مین رہ گئے اور دونون نے اپنی خطا پر اعتراف کیا۔

روایت کی جاتی ہے کہ جس زمانہ مین شیخ اصفہان مین وزیر تہا علاء الدولہ نے ایک کمربند جو زر و جواہر سے مکلل اور مرصع تہا عطا فرمایا۔ چونکہ شیخ نے اس عطیہ کو اپنی حالت کے نامناسب پایا تو اوسی بادشاہ کے ایک غلام کو وہ کمربند اور خنجر دیدیا۔ چند روز کے بعد علاء الدولہ نے اُس کمربند اور خنجر کو اپنے غلام کی کمر مین دیکھا غلام سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ نے یہ عطیہ اوسکو دیدیا۔ یہ سُنکر علاء الدولہ نہایت برانگیختہ ہو گیا۔ کیونکہ یہ کمربند خاص علاء الدولہ کی کمر کا تہا جسکی شیخ نے یہ عزت کی۔ یہ بات کچھ ایسی نہ تہی کہ علاء الدولہ یونہین ٹال دیتا۔ اوسکی غضب کی اس حد تک پہونچ گئی کہ شیخ کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ کیونکہ اوس نے شاہی عطیہ کی کچھ قدر نکی اہل دربار مین سے ایک شخص نے جو شیخ کا بڑا دوست تہا اس واقعہ کی اطلاع دی پس شیخ نے سیاست سلطانی کے خوف سے بہیس بدل کر اصفہان سے ملک رے کا راستہ لیا۔ جب شیخ رے مین پہونچا اور چونکہ بہوکا تہا بازار مین روٹی خریدنے کے لیے نکلا تو ایک مقام پہ لوگون کا ہجوم دیکھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان بیمارون کو دوا دیتا ہے اور یہ ہجوم مریضون کا ہے شیخ اوس نوجوان کے مطب کے قریب پہونچا اور اوس نوجوان طبیب کے اقوال اور اعمال کو دیکہنے لگا اسی اثنا مین ایک عورت قارورے کی شیشی لیے ہوئے آئی اوس نے قارورہ دیکھتے ہی بلا تامل نہ کہدیا کہ جس مریض کا یہ قارورہ ہے وہ یہودی ہے

اور آج اوس نے غذا مین دہی کہایا ہے عورت نے کہا ہان - پہر اوس نے کہا اِس مریض کی خوابگاہ کی جگہ پستی مین ہے عورت نے کہا ہان - جب اوس نوجوان کی نظر شیخ پر پڑی فوراً شیخ کو اپنے نزدیک بلایا اور نہایت تعظیم سے اپنے پہلو مین بٹہایا -

علاج معالجہ سے فارغ ہونے کے بعد اوس جوان نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو شیخ الرئیس ہے اور علاء الدولہ کے خوف سے تو یہان بہاگ کر آیا ہے اس کلام کے سننے سے شیخ اور زیادہ متعجب ہوا - پہر اوس نے شیخ سے اس بات کی درخواست کی کہ وہ اُسکی مہمانی قبول کرے - شیخ نے اوسکی دعوت قبول کی اور اوسکے گہر گیا اور دعوت کے تکلفات اور مہربانی کے سامان ختم ہونے کے بعد ایک روز شیخ نے اوس واقعہ کی حقیقت دریافت کی اور کہا تو نے کس طرح جانا کہ وہ قارورہ یہودی کا تہا اور اوس نے دہی پیا ہے اور اوس کی خوابگاہ پست مقام پر واقع ہے - شیخ نے کہا کہ مین نے اسوجہ سے ان اُمور کو مان لیا کہ جب اوسنے اپنے پیراہن سے ہاتھہ باہر نکالا تو مین نے دیکہا کہ اوسکا لباس بہت قیمتی ہے مگر اوسکے ساتہی نہایت کثیف میلا تہا اور ہاتہہ مین مٹہے یا دہی کے دہبے تہے - اس سبب سے معلوم ہوا کہ عورت یہودیہ ہے اور چونکہ اس شہر کنا یہودیون کا محلہ اک پست مقام مین ہے اس وجہ سے مین نے کہدیا کہ اوسکی خوابگاہ پست مقام مین واقع ہے - پہر شیخ نے دریافت کیا کہ تو نے مجہے کس طرح پہچانا کہ مین شیخ الرئیس ہون اور علاء الدولہ کے خوف سے بہاگ آیا ہون اوس نوجوان نے کہا کہ مین پہلے ہی سے تیرے فضل و کمال کی کیفیت سُن چکا تہا اور جب مین نے تجکو دیکہا تو تیرے چہرے سے وہ آثار ظاہر ہو رہے تہے اس سے مین نے یہ خیال کیا کہ یہ شخص شیخ الرئیس ہے - اور مین یہ بہی جانتا تہا کہ علاء الدولہ کبہی تجکو اپنے پاس سے جدا نہ کریگا مگر ایک اتفاقی واقع جبتک پیش نہ آئے - شاید کسی اتفاقی امر سے تجہ سے خفا ہو گیا اور یہ خبر زبان زد عام تہی غالباً تو اسی وجہ سے وہان سے بہاگا ہے - مین نے ان حالات کے جاننے سے تجکو پہچان لیا - پہر شیخ الرئیس نے اوس نوجوان طبیب سے کہا کہ اب تو مجہ سے کیا

چاہتا ہے جسکو مین قبول کرون اور تا مقدور تیری آرزو کے پورا کرنے مین کوشش کرون
اوس نے کہا علاءالدولہ تجھ سے کنارہ کش نہین رہے گا اور عنقریب تجکو طلب کریگا
اور اوسی عہدۂ سابقہ پر مقرر کرے گا۔ میری تجھ سے صرف یہی درخواست ہے کہ جب تو
اپنے عہدۂ وزارت پر معمور ہو جاے تو میرے کمالات کا ذکر جنکو تونے بچشم خود دیکہا ہے علاءالدولہ
کے حضور مین بیان کرے اور سفارش کر کے مجکو اوسکے مصاحبین مین داخل کرے تہوڑے
عرصہ کے بعد علاءالدولہ نے اپنے چند خاص ملازمین کو معہ خلعت وعطاے عہدہ وزارت
شیخ الرئیس کے پاس بہیجا اور اوس سے معذرت چاہی۔ جب شیخ اصفہان کو روانہ ہوا
تو اس نوجوان طبیب کو بہی اپنے ساتھ لیتا گیا جب علاءالدولہ سے شیخ کی ملاقات ہوئی
تو اوسنے نوجوان طبیب کا واقعہ بیان کیا اور اوسکے کمال کی تعریف کی اور سفارش کرکے
اوسکو خاص مصاحبون مین داخل کرادیا۔

باوجود اس علم اور فضل کے شیخ الرئیس ایسے ظریف اور بذلہ سنج واقع ہوئے تھے
کہ ایام وزارت اصفہان مین ان کی ظرافت کے تذکرے اس قدر نایاب اور لطیف تھے کہ
بڑے بڑے نکتہ سنج اور ظریف حیرت مین رہجاتے تھے۔ تاریخ نگارستان مین لکہا ہے
کہ شیخ ابو علی سینا ایسا فاضل علامہ تہا اور جس قدر وہ اوستادی مین مسلم الثبوت تہا
کہ آج تک کسی حکیم اور عالم سے بند نہین ہوا بلکہ سبہون کو بند کر دیا لیکن ایک گوئیے کے
ایک جملہ نے شیخ کو متحیر کر دیا اور کچھہ جواب نہ دے سکا عرق عرق ہوگیا۔ اصل واقعہ یہ ہے
کہ ایک روز ایوان وزارت سے اپنی محلسراے خاص مین تشریف لیئے جاتے تھے۔
راستہ مین ایک بازاری گویا کسی ساز کو بجا کر گا رہا تہا اور یہ شعر گاتا تہا۔ ؎

گرامی داشتم اے نفس زانت
کہ آسان بگذرد بر دل جہانت

یعنے مین نے اپنے نفس کو اس سبب سے بزرگ رکہا تاکہ جہان مین نہایت وابستگی
سے گذارا ہو۔

شیخ اس شعر کو سنکر متبسم ہوا اور ایک حقارت کی ہنسی سے اور بطور طعن کی کہ خوب نفس
کی تعریف کی ہے اور کیسی کچھہ اپنے نفس شریف کو بزرگی دی ہے۔ اور حقیقت آپ کی
یہ ہے کہ ایک حقیر پیشہ مین اپنی ذلیل زندگی گذارتے ہین اور اس ذلیل کام مین آپکو

بڑا فخر ہے - اوس گویہ نے گانا بجانا موقوف کرکے نہایت چرب زبانی سے کہا کہ در عالم ہمت نان از شغل خسیس خوردن بہ کہ بار منت رئیس بردن - یعنے ہمت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے ذلیل ہی پیشہ مین اپنا پیٹ پالنا اوس سے بہتر ہے کہ رئیسون کے احسان اپنی گردن پر رکہین - ابو علی نہایت شرمندہ ہوا اور نہایت تیزی سے اوس راستہ سے گذر گیا -

مورخین لکہتے ہین کہ شیخ الرئیس ایک زمانہ دراز تک تجرد نفس ناطقہ کا قائل رہا - اور اس بارہ مین کلام اس قدر منجر ہوا کہ بقاے نفس ناطقہ کا قائل ہو گیا کہ تغیر صرف اجسام عنصریہ مین واقع ہوتا ہے اور بعد انحلال ترکیب بدن کے نفس ناطقہ باقی رہتا ہے اور کسی طور پر اوسپر عدم جائز نہین ہے ابو علی بن مشکویہ نے کتاب طہارت مین بقاے نفس ناطقہ کی نسبت ایک بسیط تقریر کی ہے کہ جو وجود باقی ہے اور جسپر عدم بہی جائز ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک وقت مین عدم اور بقا دونون ملاقی ہو سکین کیونکہ اجتماع ضدین منع ہے - پس ضرور ہے کہ مقام بقا دوسرا ہو اور معرض عدم کوئی شے دیگر ورنہ ایک وقت مین شے واحد مین بقا اور فنا ضرور جمع ہون گی اور یہ محال ہے پس معلوم ہو محل بقا دوسرا ہے اور محل فنا دوسرا - لیکن بہمنیار جو کہ شیخ ابو علی سینا کا شاگرد رشید ہے اس کے مخالف ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ تغیر نفس ناطقہ غیر محسوس ہے لہذا اوسکا تبدل اور تغیر غیر محسوس ہے جیسا کہ اجسام مین ہمیشہ تغیر اور تبدل رہتا ہے لیکن ظاہر مین متصل واحد ہین -

اس تقریر مین بہمنیار نے نہایت مبالغہ کیا اور شیخ سے اسکا جواب طلب کیا - شیخ نے تمام طلبہ کو جمع کرکے کہا کہ یہ سائل مجہہ سے جواب پانے کا کبہی مستحق نہین ہو سکتا ہے کیونکہ اسکو اب شک واقع ہو گیا کہ درحقیقت مین نے ابو علی سینا سے سوال کیا یا کسی دوسرے شخص سے کیونکہ اسکے عقیدہ کے موافق اب مین وہ شخص نہین رہا جو اس بات کا قائل تہا کہ نفس ناطقہ ہمیشہ باقی رہتا ہے کیونکہ بہمنیار قائل ہے اس امر کا کہ نفس ناطقہ مین تغیر اور تبدل واقع ہوتا ہے ممکن ہے کہ اب وہ نفس ناطقہ نہ رہا ہو جو ابو علی سینا کا تہا -

بعض تاریخون مین درج ہے کہ شیخ الرئیس کو عورتون سے زیادہ موانست تہی

اور کثرت مباشرت سے نہایت ضعیف اور لقیج ہو گئے تھے - جس سال کہ علاء الدولہ کرخ
کی جنگ کی طرف متوجہ ہوا شیخ الرئیس کو درد قولنج اوٹھا اور چونکہ اس درد کے واسطے
ادویہ حادہ کا عملاً استعمال کرنا مخصوص ہے شدت درد سے ایک روز مین آٹھ مرتبہ
حقنہ کا استعمال کیا گیا اس وجہ سے امعا مین قرحہ پڑ گیا اور ادھر علاء الدولہ نہایت
جلدی کے ساتھ کرخ کی جانب متوجہ ہوا- چونکہ شیخ کو اسکی متابعت سے چارہ نہ تھا
ناچار علاء الدولہ کے ہمراہ ہوا اور میان راہ مین اوسکو دفعتاً صرع عارض ہوئی اور
جب صرع زائل ہوئی قرحہ کا علاج شروع کیا اور حقنہ مزلق استعمال کیا تاکہ قرحہ کی خراش
موقوف ہوے صرف دو دانگ تخم کرفس کہ کاسر ریاح ہے داخل کیا لیکن جو غلام کہ
اس کام کے واسطے معین تھا اوس نے سہواً یا عمداً بجاے دو دانگ کے پانچ
دانگ تخم کرفس حقنہ مین زیادہ کر دئے اس وجہ سے قرحہ اور زیادہ ہو گیا اور خراش
زیادہ پیدا ہو گئی صرع کی رعایت سے معجون مثرودیطوس استعمال کرتا تھا
غلام چونکہ اوس سے ناراض تھے اور اوس کی تندمزاجی سے عاجز تھے یہ موقع پاکر
ایک کثیر مقدار افیون کی معجون مین ملادی شیخ نے اوسکو استعمال کیا تو مرض اور
زیادہ ہو گیا- آخر الامر ایک قفس مین اٹھا کر اصفہان مین لائے- جب شیخ الرئیس
اصفہان مین پہونچے تو مرض طول کھینچ چکا تھا اور قوت نے بالکل جواب دیدیا تھا
یہان تک کہ اب اوٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہین رہی تھی ایک مدت تک اپنا
علاج کیا اب کچھ کچھ طاقت آچلی اور کبھی کبھی علاء الدولہ کے دربار مین بھی حاضر
ہونے لگا لیکن ابھی نقاہت باقی تھی اسوجہ سے کبھی یہ مرض عود کر آتا اور کبھی افاقہ
ہو جاتا- اتفاقاً علاء الدولہ ہمدان کو گیا اور شیخ بھی اسکے ہمراہ تھا اس حرکت
سے راستے ہی مین پھر عکس مرض ہوا جب ہمدان مین پہونچا تو شیخ کو یقین ہو گیا
کہ اب قوت باقی نہین رہی اور طبیعت دفع مرض سے بالکل عاجز ہو گئی دوا ترک
کر دی اور یہی کہتا تھا کہ قوت مدبر بدن ہے اور میری قوت تدبیر بدن سے بالکل
بیکار ہو گئی ہے اب مجھکو کوئی علاج فائدہ نہین بخشیگا اور کسی چیز سے فائدہ نہین ہو سکتا
ہے پس غسل کیا اور جو کچھ کہ اوس کے پاس تھا فقیرون کو تقسیم کر دیا- اور سب
غلامون کو آزاد کر دیا اور خود تلاوت قرآن شریف مین مشغول ہوا اور توبہ کی- اسطرح

چند روز گذرے ہونگے کہ پیغام اجل پہونچ گیا۔ مورخین لکھتے ہین کہ وقت نزع یہ شعر اوسکی زبان پر تہا۔

نموت ولیس لنا حاصل　　　سوے علمنا انہ ما علم

یعنے دنیا سے مین نے رحلت کی لیکن جو کچھ کہ مین اپنے ساتھ لے گیا وہ یہ ہے کہ جو کچھ جانتا تہا وہ درحال کچھ بہی نہین جانتا تہا۔

الغرض یکم رمضان بروز جمعہ ۴۲۸ھ مین بنا بر قول مشہور وفات پائی۔ اور بقول قاضی نور اللہ شوستری وگروہ مورخین کے ۴۲۸ھ مین ہمدان مین مدفون ہوئے۔

بعضے نقل کرتے ہین کہ بعد وفات شیخ الرئیس کے ایک رسالہ ابوریحان بیرونی کا بجواب رسالہ شیخ پہونچا۔ ابوعبداللہ معصومی کہ اجلہ شاگردان شیخ الرئیس تہا۔ بپاس شاگردی ہر ایک اعتراض کا جواب لکہا۔ کہتے ہین وہ سب سوالات اور جوابات ایک کتابکی صورت مین چہپ گئے تھے اور اصفہان مین ملتے تہے۔

شیخ نہ صرف علوم فلسفیہ اور حکمیہ اور دینیہ مین ماہر تہا بلکہ مذاق شعر وسخن کا بہی اوس کو تہا اور اس فن مین بہی اوس نے اپنی کمال۔ مہارت ثابت کردی اور فارسی عربی مین نہایت بیمثل نظم لکہی۔

ابن خلکان کمال الدین یونس سے روایت کرتا ہے کہ علاء الدولہ نے پابزنجیر کرکے شیخ کو قید خانہ مین بہجدیا اور شیخ نے اوسی قید خانہ مین وفات پائی اور یہ اشعار اس قول کے مثبت ہین۔

رأیت ابن سینا یعادی الرجال　　　وفی الحبس مات اخس الممات

فلم یشف ما نابہ بالشفاء　　　ولم ینج من موتہ بالنجات

یعنے ابن سینا کو مین نے اکثر دیکہا کہ ہمیشہ بزرگون سے مقابلہ کیا کرتا تہا اور کسیکو اوسکے مقابلہ کی طاقت نہ تہی)۔ بالآخر حبس مین سواے اوس کے کسی نے ساتھ نہ دیا اور اوس نے نہایت ذلت کے ساتھ جان دی۔ نہ کوئی کتاب الشفا نے اوس کو شفا بخشی اور نہ کتاب نجات نے اوس کو موت سے نجات دی۔ لیکن مؤرخ خزرجی اور قطب الدین لاہیجی اور دوسرے مورخین اس قول کو

باور سلیمین کرتے ہین۔ اور بعضے نقل کرتے ہین اوس حکیم کا سال تولد اور سال فراغ تحصیل علم اور سن وفات ان دو شعرون سے نکلتا ہے۔

حجۃ الحق ابو علی سینا   در شجع آمد از عدم بوجود
در شصا کسب کرد کل علوم   در تکز کرد این جہان بدرود

یعنے ابو علی سینا ۳۷۳ھ مین پیدا ہوئے اور ۳۹۱ھ مین تمام علوم سے فراغت پائی یعنے اکیس برس کے سن مین اور ۴۲۷ھ مین وفات پائی۔ اس حساب سے ترپن یا چون برس کا سن شریف شیخ کا قرار پاتا ہے۔ لیکن صاحب حبیب السیر کا عقیدہ یہ ہے کہ شیخ کی عمر ستاون برس سات مہینے شمسی کی ہوئی اور اس قول کی صحت مین بہت دلیلین ہین کیونکہ جب امیر نوح کا علاج شیخ نے کیا تھا اوسوقت شیخ کی عمر ۱۷ برس کی ہوئی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ علاج اور معالجہ کے واسطے حکیم کا کبیر سن ہونا ضرور ہے۔ علاوہ اس کے تصنیف اور تالیف کا زمانہ اسی صغر سنی مین پایا جاتا ہے اگرچہ محال نہین لیکن شاذ اور امتناع عادی ضرور ہے اور علاوہ اس کے اس شعر مین بجاے کلمۂ شجع کے شجب بھی لکھا ہے اس کلمہ سے ولادت شیخ ۳۶۶ھ ہجری پائی جاتی ہے۔ لہذا وس برس اور سن شریف مین زائد ہوئے۔ اور ۶۴ برس سن شریف شیخ قرار پاتا ہے۔ شیخ کی تصنیفات فارسی سے یہ دو رباعیان زیادہ مشہور ہین جس سے شیخ کا تشیع ثابت ہوتا ہے۔

رباعی

تا بادۂ عشق در قدح ریختہ اند   واندر پے عشق عاشق انگیختہ اند
با جان و روان بو علی مہر علی   چون شیر و شکر بہم در آمیختہ اند

ولہ رباعی

بر صفحہ چہرہ ہا خط لم یزلی   معکوس نوشتہ است نام دو علی
یک لام و دو عین با دو یاے معکوس   از حاجب و عین انف با خط جلی

شیخ کو جب جاہل ملّاؤن نے نہایت تنگ کیا تو یہ دو شعر شیخ نے لکھے۔

منہ

کفر چو منی گزاف و آسان نبود | محکم‌تر از ایمان من ایمان نبود
در دہر یکی چون من و آنہم کافر | پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

منہ

غذاے روح و ہر بادۂ رحیق الحق | کہ رنگ و بوش زند رنگ و بوے گل را دق
بطبع تلخ چو پند پدر ولیک مفید | بہ پیش مبطل باطل و نزد دانا حق
حلال گشتہ بفتواے عقل بر دانا | حرام گشتہ بفتواے شرع بر احمق

منہ

ز منزلات ہوس گر برون نہی قدمے | نزول در حرم کبریا توانی کرد
ولیک این عمل رہروان چالاکست | تو نازنین جہانی کجا توانی کرد

منہ

دل گرچہ درین بادیہ بسیار شتافت | یک موے ندانست ولی موی شکافت
اندر دل من ہزار خورشید بتافت | آخر بکمال ذرۂ راہ نیافت

منہ

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل | کردم ہمہ مشکلات گیتی را حل
بیرون جستم ز قید ہر مکر و حیل | ہر بند گشادہ شد مگر بند اجل

شیخ کا ابھی زمانہ عروج ابتدائی تھا شہرت عام نے انھین ابھی قبولیت کا خلعت نہین دیا کہ ایک روز ابوسعید ابوالخیر کی محفل مین آگئے وہ فاضل علامۂ زمان خداوند کے رحم و کرم اور عفو معصیت اور اطاعت بندگان خدا کا تذکرہ کر رہا تھا کہ شیخ نے بیٹھے بیٹھے فی البدیہ انھین معنون مین ایک رباعی پڑھی

جس کا جواب فی البدیہ ابوسعید نے بھی دیا۔ دونون رباعیان درج ذیل ہین۔

رباعی شیخ الرئیس

مائیم بعفو ے تو تولا کردہ	وز طاعت و معصیت تبرا کردہ
آنجا کہ عنایت تو باشد باور	ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردہ

ابوسعید ابوالخیر

اے نیک نکردہ و بدیہا کردہ	وانگہ بخلاص خود تمنا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود	ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردہ

فہرست کتب شیخ الرئیس

تصنیفات بخارا

کتاب مجموع اسکو حکمت جسکو عروضیہ بھی کہتے ہین۔ کیونکہ اس کتاب کی تصنیف کی درخواست ابوالحسن عروضی نے کی تھی اور جبکہ اکیس برس کی عمر شیخ کی تھی اوسوقت مین یہ کتاب شیخ نے تصنیف فرمائی۔

کتاب حاصل و محصول کہ شیخ ابوبکر برقی کے لیے تصنیف فرمائی اکیس جلدون مین یہ کتاب ہے۔

کتاب البر و الاثم دو جلدون مین۔ یہ شیخ ابوبکر برقی کے نام سے علم اخلاق مین تصنیف فرمائی۔

کتاب لغات السدد امیر نوح کے نام سے اصطلاحات طبیہ مین پانچ جلدین ہین

تصنیفات خوارزم

رسالہ مبسوطی۔ موسیقی مین۔ ابوسہیل مسیحی کے نام سے علم درایہ مین ہے ایک

رسالہ اور ابوسہیل کے نام تصنیف کیا۔
مقالہ قواے طبیہ مین ابوسعید یمانی کے نام سے۔
قصیدہ عربی منطق مین ابوالحسن سہیلی وزیر مامون خوارزم شاہ کے نام سے
علم کیمیا اور ہیئت اور صور فلکیہ ابوالحسن سہیلی کے نام سے۔

تصنیفات جرجان

کتاب الاوسط جرجانی منطق مین بنام ابومحمد شیرازی۔
کتاب مبدو و معاد و بحث نفس مین بنام شیخ ابومحمد بن ابراہیم فارسی۔
کتاب ارصاد کلیہ بنام شیخ ابومحمد۔
کتاب معاد بنام مجدالدولہ دیلمی۔
رسالہ خواص سکنجبین مین اس کتاب کو زبان لاطینی سے ترجمہ کیا۔
رسالہ انتخاب کتب ارسطو سے حیوانات کے خواص مین۔
کتاب شفا حکمت مین اٹھارہ جلدون مین۔ یہ کتاب بہت بڑی اوس کی تصنیفات سے ہے صاحب طبقات الاطبا لکھتا ہے کہ بیس مہینے مین اس کتاب کی تصنیف سے فراغ ہوا۔

تصنیفات ہمدان

کتاب ہدایہ حکمت مین۔ رسالہ ادویہ قلبیہ مین اشارات ایک جلد کتاب علاج قولنج مین۔
رسالہ ارشاد بنام شیخ محمود اپنے بھائی کے نام سے۔
رسالہ حی بن یقظان۔ لوگ کہتے ہین کہ حی بن یقظان اوس شہر کا حاکم تھا جہان شیخ قید کیا گیا تھا۔
کتاب قانون طب مین جسکی نسبت اختلاف ہے کہ آیا یہ کتاب جرجان مین تصنیف فرمائی یا رے مین۔ اور بعض کہتے ہین کہ ہمدان مین تصنیف فرمائی اور ہمدان ہی مین اسکو مرتب کیا۔ الغرض اس کو پانچ حصہ مین تقسیم کیا۔ جزاول امو کلیہ مین جو کئی فنون مین

بیان کیے گئے۔ کتاب دوم اودیہ مفردہ مین۔ کتاب سوم امراض جزئیہ مین جو امراض کہ واقع ہون اعضاے انسان مین سر سے پیر تک یہ دو فنون مین تقسیم کیا گیا ہے
حصہ چہارم یعنے کتاب چہارم امراض جزئیہ مین جو اعضاے غیر مخصوصہ مین واقع ہون اور یہ پانچ فنون مین تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ پنجم یعنے کتاب پنجم اودیہ مرکبہ مین جو کہ چند مقالون اور دو جملون پر منقسم ہے۔ اسی کتاب مین سل اور قرحہ کا علاج جو صدر مین پڑ جاے لکھا کہ مین نے بارہا تجربہ کیا ہے اور اکثر مریضون پر آزمایا ہے اور نافع پایا ہے کہ اصحاب سل کو گلقند سکری کے استعمال کی مداومت کرنا چاہیے اور ہر روز جس قدر چاہے کہائے اگرچہ وہ مقدار طعام کے مقابل ہو جاے۔ اور صاحب ضیق النفس کو چاہیے کہ شربت زوفا کا استعمال کرے اور اگر دق ہو تو قرص کافور کا استعمال کریں اگر اس طریقہ سے مریض علاج کرے تو حکمی فائدہ ہوگا۔ اور ہرگز معالجہ مین خطا نہو گی وہ لکھتا ہے کہ ایک عورت مرض سل مین مبتلا تہی اور اوس کا مرض ایسا مزمن ہوگیا تہا کہ بچنے کی اُمید نہ تہی آخر الامر اوسکے بہائی نے گلقند کا استعمال کرنا شروع کیا اور اس قدر گلقند کہلایا جسکی مقدار وزن سے باہر ہوگئی آخر الامر اس مداومت اور کثرت گلقند نے اوسکو بالکل اچہا کر دیا۔

تصنیفات اصفہان

کتاب انصاف بیس جلدون مین۔ اس کتاب مین کتب ارسطو کی شرح کی ہے اور فلسفہ مشرق اور مغرب مین محاکمہ کیا ہے۔ صاحب طبقات الاطبا لکھتے ہین (و التصنیف فیہ بین المشرق و المغرب) اور یہ کتاب سلطان محمود کے بیٹے سلطان مسعود کے حملون سے جو کہ اصفہان پہ ہوئے مال غنیمت کے ساتہہ لوٹ مین گئی اور پہر شیخ نے اوس کی ترتیب کی طرف توجہ نہ کی۔
کتاب لغت العرب پانچ جلدون مین۔ اسکے مسودہ کو صاف نہین کیا۔ اور ابو سہیل کی جنگ و جدل سے یہ بہی مال غنیمت کے ساتہہ تباہ اور برباد ہوگئی۔
کتاب حکمت علائیہ موسوم بہ دانش نامہ پارسی بنام علاء الدولہ۔

کتاب نجات دو جلدون مین۔ کتاب علم قرأت اور مخارج حروف مین۔ رسالہ الطیر کتاب حدود الطب۔ مقالہ قواے طبیعیہ مین۔ کتاب عیون الحکمت دس جلدون مین۔ مقالہ ملکوس ذو الخطب و التوحید۔ مقالہ الہیات مین۔ کتاب موجز کثیر و موجز صغیر منطق مین۔ مقالہ تحصیل سعادت اور جسکو حج عربیہ بہی کہتے ہین مقالہ قضا و قدر مین یہ اوسوقت تصنیف کیا جبکہ اصفہان سے ہمدان مین آتے تھے راہ مین اس کو تصنیف فرمایا۔

غرض اسیطور اڑتالیس رسالہ اور اصفہان مین تصنیف فرمائے جو کہ مختلف علوم مین تہی اور ایک اپنی تصنیفات اور تالیفات کے تذکرہ مین ہے کہ آیا کون کتاب کہان اور کس کے نام سے تصنیف ہوئی اور کس قدر کتابین کہان تصنیف فرمائین۔

غرضکہ اس حکیم نے اپنی بیش بہا تصنیفات اپنے مرنے کے بعد اپنی یادگار چہوڑین۔ اسکی اولاد کے متعلق مورخین نے کچہہ ذکر نہین کیا۔ سینا بکسر سین مہملہ پانچوین پشت مین ہے اور سلطنت سامانیہ کی ابتدائی سلطنت مین تہا۔ سینا بخارا مین۔ سلطنت سامانیہ کا ایک معتمد اور با اقتدار عہدہ دار تہا۔ و اللہ اعلم

از تصنیف منیف شاعر نازک خیال سخن سنج بیمثال جناب خواجہ نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

ہست این نسخہ جام جم گوئی	کہ خبر میدہد زراز نہان
آفرین بر نوالفش بادا	کہ رسیدہ بکالبدہا جان
بہمش منضم است باد مسیح	آب خضر از مداد اوست روان
سعی ہا کردہ جہدہا فرمود	کہ در از بحر و زر گرفت از کان
کم کسے بود در جہان آگاہ	از کمالات و فضل نامورا ن
شرح این حال اگرچہ مشکل بود	زسن وفاد او نمود آسان
شد زہر آیت راسے او روشن	بے کم و کاست حال این و آن
کرد طبعش چو جمع حال سلف	گشت مطبوع طبع اہل جہان
سال تاریخش آمد این مصرع	زندہ شد نام رفتگان زمان

۱۳۱۰ ھ

یادگار سلف !

یہ کتاب ایک رقم ہوتی اگر پوری جلد مین شائع کیجاتی لیکن خادم نے بہ نظر آسانی ناظرین اور مذاق طبیعت کے خیال سے چند نمبر پر تقسیم کر دی- اس مین حکما اور علما اور فقہاے اور شعراے اسلام کی سوانح عمریان ہین- ملک اس سے کہان تک دلچسپی لے سکتا ہے یا کس قدر ضروری ملک کے واسطے ہین اور خصوصاً اسلام کو اس کی کہان تک ضرورت ہے ان سب امور کا فیصلہ ہم آپ ہی پر چھوڑتے ہین- ہمکو صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ یہ مفصلہ ذیل نمبر خادم سے یا منیجر دلگداز سے یا مہتمم اتحاد سے ملسکتے ہین

نمبر کتب مفصلہ ذیل

نمبر۱- سوانح عمری شیخ ادریس(?) نمبر۲- ابراہیم حنبلی ابو العلا نمبر۳- ابن مبارک ابراہیم
ابو علی سینا- فیجلد ۴ر ابن مسکویہ- فیجلد ۴ر موصلی ابی لیلےٰ فقیہ ابو عثمان
پچاس کے لیے فیجلد ۴ر پچاس کے لیے فیجلد ۳ر خالدی- فیجلد ۴ر
پچاس کے لیے فیجلد ۳ر

اسکی تعریف کہ کسقدر دلچسپ ہین نہایت فضول ہے منگا کر دیکھ لیجیے بذریعہ ویلیو تعمیل ہو سکتی ہے

المشتہر

سید برکات احمد لکہنوی- پہاٹک منشی دبیر الدولہ- ڈاک خانہ چوک

نہایت واضح اور صحیح

اور خوشخط قرآن مجید

یہ بےمثل قرآن مجید جس طرح صحت و فصاحت اور صحت میں بے نظیر ہے اوسی طرح خط اور کاغذ کے اعتبار سے بھی اپنا مثل نہیں رکھتا فلس کیپ کاغذ پر یہ چھپا ہے اور وہ بھی اعلی درجہ کا ہے اور باوجود اس عمدگی اور صفائی کے ہدیہ کچھ بھی نہیں صرف عہ ہیں ملک کی ناقدر دانی نے اسقدر قیمت گھٹانے پر ہمکو مجبور کیا ورنہ اسکی اصلی قیمت عہ ہیں۔ اب بہت کم نسخے رہگئے ہیں شائقین منگوائیں ورنہ افسوس ہوگا۔

اسناد صحت

ان ہذا القرآن ما صحیح مثلہ الی الان تلوتہ عدۃ مرات اراہ مالبقی فیہ من الزلات جزی اللہ طابعہ من ثمار الجنات یعنے یہ قرآن ایسا صحیح ہے کہ آج تک اسکا مثل نہیں ہوا کئی مرتبہ میں نے دیکھا میرے نزدیک کوئی غلطی نہیں ہے خدا اسکے طبع کرنے والے کو بشریعت رسول اللہ نعمات جنت دے — مہر افضل العلما و اکمل الاکملا جناب فیضمآب مولوی قاضی و مفتی محمد سعد اللہ و مولانا محمد سعد اللہ صاحب مفتی و قاضی ریاست رامپور۔ مہر ۱۲۷۸ ہجری

اجلہ علماے عصر و کملاے دہر جناب فضیلت انتساب مولانا شاہ عبد الحق صاحب کانپوری۔

(ان ہذا القرآن صحیح۔ دستخط بیدہ)

جناب مولوی حافظ لطف اللہ صاحب سر آمد ارباب فضل و حکمت مولوی جناب مولوی حافظ غلام نبی قاضی حال رامپور۔ ذلک الکتاب حکیم علی حسین لکھنوی ملازم صاحب از عمدہ علما و حفاظ مدرسہ لاریب فیہ صحیحہ علمنا ذلک بعد رامپور۔ قراۃ فوجدۃ صحیحاً مدرسہ رامپور۔ تلوتہ فوجدۃ صحیحاً قرأت۔

مہر [محمد لطف اللہ] مہر [علی حسین] مہر [غلام نبی]

مولوی محمد وجیہ صاحب رئیس العلماے کلکتہ مدرس اعلی مدرسہ عالیہ مہر [محمد وجیہ]

الغرض یعنے لاریب فیہ یعنے لاشک فیہ مختلف مضامین میں دستخط کیے۔ تقریباً ۵ اسولہ دستخط و مہر علما و حفاظ کی ثبت ہیں — آرا۔ بہار۔ باندہ۔ رامپور۔ کانپور کے علما اور حفاظ کی مہرین نمونہ کے لیے چند لکھدیے ہیں

المشتہر

سید برکات احمد لکھنوی۔ پھاٹک منشی دبیر الدولہ۔ ڈاک خانہ چوک لکھنؤ

DATE

No.

DATE